M

Novel

کتاب اور نیز ہر قسم کی کتابیں ملنے - آر - مہرہ برادرس کٹڑہ تارکشاں رابد دروازہ لاہور

ناول

شہنشاہ جہانگیر

اس میں اس شہنشاہ جہانگیر اور نور جہاں بیگم جذبات عشق و محبت کا
فوٹو دکھلایا گیا ہے جس نے ایک پیالہ شراب اور سیخ کباب پر عنان حکومت
سلطنت کے بیگم کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے

مصنفہ

حکیم دیوان کاہن چند صاحب کپور سابق وزیر اعظم

بلاسپور

مصنف

مہابھارت۔ گنج حکمت۔ اکسیر اعظم۔ ہریش چندر۔ مہارانا پرتاب سنگھ سوانح عمری
شدر شیو وغیرہ وغیرہ

جسکو

جناب حکیم رام کشن صاحب مالک تجارتی کتب خانہ لاہور

نے

پنجاب نیشنل سٹیم پریس لاہور میں طبع کرائی۔۔

ظالم مردو!

بیزبان عورتوں پر رحم کرو

ہندوستان میں فی ہزار دو سو ننانوے عورتیں بن آئی موت مر رہی ہیں

جسکی وحشتناک اصلی وجہ

افسوس یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کو زنانہ امراض کی کچھ بھی خبر نہیں۔ نہ ہی وہ انکے اسباب، علامات اور اصول الصحت سے واقف ہیں۔ اور نہ ہی واقف ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ جھوٹی شرم کے مارے کسی سے ذکر تک کرنا بھی گناہ ... یہی باعث ہے کہ ہندوستان میں ہر روز بلا مبالغہ ہزاروں عورتوں اور ہزاروں بچوں کو بن آئی موت مرنا پڑتا ہے جنکے خون ... بے رحم مرد ہی کی گردن پر ہے۔

نیک خیالات

یہ سوچکر محض انسانی ہمدردی کی خاطر حکیم رام کشن صاحب ... نے ... ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جسمیں آپ نے ... جملہ امراض زنان کا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جسکا نام

آنند ساگر ہے

اس کتاب کی عنوان ... پڑھنے سے ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اگر آپکو اپنی عورتوں سے کچھ بھی پیار ہے۔ اگر ملک ... کی ... حالت کا آپکو کچھ بھی دکھ ہے۔ تو آپ خود بھی اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ اور اپنی مستورات کو بھی سنائیے

اسباب وعلامات امراض زنان کے علاوہ

اس میں کئی ایک ایسے ... اصول لکھے ہیں جو ... روپیہ خرچ کرنے پر بھی ہاتھ نہیں لگتے۔ لیکن جنکے بنانے میں ... بہت ہی کم خرچ آتی ہے۔ اور جو ہزارہا مرتبہ مصنف کے تجربہ میں آ کر تیر بہدف ثابت ہو چکی ہیں۔

عورتوں کی مخفی بیماریاں معمولی بات نہیں

بلکہ درحقیقت یہ اندر ہی اندر ملک و قوم کی بنیادوں کو گھن کی طرح کھوکھلا کر رہی ہیں۔ اور کوئی شہر قصبہ محلہ ... ایسا نہیں جس میں ... قیمتی جانیں تلف نہ ہو رہی ہوں۔ جب اس کتاب کو خود ... پڑھئے۔ اور پڑھا کے بے زبانوں کا بھلا کیجئے۔ اور ... کمائیے

کتاب آنند ساگر کی قیمت صرف (عہ) ہے

اور یہ پوری دو جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ محنت کے مقابلہ میں قیمت کچھ بھی نہیں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: حکیم رام کشن جنرل مرچنٹ کیمسٹ کوچہ تارکشاں لوہاری گیٹ لاہور

باب اوّل

اکبر اور جودہ بائی اپنے محل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جودہ بائی اپنے حسن و جمال کی شہرت پر نازاں ہو رہی ہے۔ اور اپنی شیریں کلامی سے اکبر کو اور بھی اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ کہ اتنے میں کوئی خیال اکبر کے دل میں آتا ہے تو وہ غمگین صورت بنا کر ٹھنڈے سانس لیتا ہے۔ اور خاموش ہو جاتا ہے۔

جودہ بائی۔ (اکبر سے مخاطب ہو کر) سچ بتلاؤ کہ حضور نے کیا غم کیا۔ اور بتاؤ کیسے سرد آہ بھری۔ کیا کوئی غنیم پیدا ہوا ہے۔ یا کسی صوبیدار نے خود مختاری حاصل کرنے کی غرض سے بغاوت اختیار کر رکھی ہے۔ اکبر۔ کچھ نہیں۔ یونہی ایک خیال دل میں آگیا۔ اس سے گہری چوٹ کا اثر میرے دل پر ہو گیا۔

جودہ بائی۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ انسان بڑی سے بڑی مشکل کے وقت میں ہراساں نہ ہو۔ اور غم افسوس کو پاس نہ دے۔ اور تدابیر سے کام لے۔ کوئی کام مشکل نہیں۔ جو دنیا میں انسان نہیں کر سکتا۔ لفظ غیر ممکن بیشک لغت سے نکال دینے کے قابل ہے۔ کیا بزرگانِ عالی نے نہیں سنا کہ ؎

مشکلے نیست کہ آسان نشود

مرد باید کہ ہراسان نشود

اب اس ناچیز لونڈی کی مختصر عرض یہ ہے کہ آپ بتلا دیں۔ کہ آپ نے فکر اور غم کس بات کی کی ہے۔ جبکہ خدا کی بدولت دولت ثروت حکومت اور دنیا کی ہر ایک نعمت موجود ہے۔

اکبر۔ پیاری جودہ بائی۔ جو کچھ تم کہتی ہو۔ وہ بالکل سچ ہے۔ مگر مجھ کو دنیا کی تمام موجودہ برکتیں اور نعمتیں بغیر دلبند کے ہمارے گھر میں نہ ہونے

کی وجہ سے سب ہیچ دکھلائی دیتی ہیں۔

جودہ بائی۔ بقاء نسل اور قائمی سلطنت کے لیئے ولی عہد کا ہونا ضروری ہے۔ اسلیئے یہ فکر آپ کا واجب ہے۔ یہ مشکل بھی مختلف تدابیر سے حل ہو سکتی ہے۔ تاکہ فکر و فاقہ سے آپ کی جان چھوٹے۔

اکبر۔ اچھا پیاری۔ تم ہی کوئی تدبیر اس قسم کے لال اور چراغ کے حاصل کرنیکی تبلاؤ۔ تاکہ سلطنت اور خاندان کا نام نہ مٹے۔

جودہ بائی۔ میں اس مراد کے حاصل کرنے کیلیئے ہزاروں تدبیریں حل کرسکتی ہوں۔ الا بندگان عالی کے خیالات فلسفیانہ سے اور دہریوں کی صحبت میں رہنے سے مجھکو خوف ہے کہ کہیں مجھ پر ٹھٹھا ہی نہ اڑایا جاوے۔

اکبر۔ پیاری جودہ بائی۔ تم سچ کہتی ہو۔ میری مصاحبت میں دہریوں کو بہت دخل ہے۔ تاہم وہ اہل ہنود کے تصوف کو وقعت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ الا فقیروں کے طرز عمل اور خیالات کو وہ بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ چونکہ غرض سب کچھ کراتی ہے۔ اسلیئے اس مطلب کے حاصلکرنے کیلیئے پیاری جو کچھ تم کہوگی۔ میں بجالانیکو مستعد اور تیار ہوں۔ وعدہ لو۔ اور جلد وہ تدبیر بتلاؤ اور دیر نہ کرو۔

جودہ بائی۔ (دست تسلیم خم کرکے) میں بندگان عالی کے حضور میں مودبانہ عرض کرتی ہوں۔ کہ قصبہ سیکری میں ایک بڑا ولی کامل شیخ سلیم نامی عابد رہتا ہے وہ جس کسی کے لیئے بارگاہ خداوند تعالے میں عرض کرتا ہے خدا اسکی دعا قبول کرتا ہے ہاں خوش اعتقادی بشرط ہے۔ میں یقین کرتی ہوں۔ کہ ہماری خوش اعتقادی سے مراد ملی بر آویگی۔

اکبر۔ پیاری! کیا ابوالفضل کو ولی اللہ کے پاس بھیجدوں۔

جودہ بائی۔ حضور کے تمام مصاحب اور معتمد دہریہ پن کے خیالات میں مستغرق ہیں۔ اور وہ فقیروں کے طرز عمل پر ٹھٹھا اڑایا کرتے ہیں۔ اس لئے ایسی عظیم مراد حاصلکرنے کیلیئے اس قسم کے اشخاص کو جن میں اعتقاد مفقود ہو بھیجنا قرین مصلحت نہیں۔ بہتر تو یہ ہے۔ کہ شہنشاہ بذات خود شیخ سلیم کی خدمت میں تشریف لیجاویں۔

مہرالنساء نے دوسرا کبوتر چھوڑ کر اڑا دیا۔ اور کہا کہ حضور اس طرح اڑ گیا

جہانگیر۔ اس طرح اڑ گیا۔ واہ خوب دوسرا بھی اڑا دیا۔

مہرالنساء۔ مجھ کو تو مارے ڈر کے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا اور خوف کھایا کہ کیا جانے شاہزادہ صاحب کیا عتاب نازل کرتے ہیں۔

جہانگیر۔ میں تو خود نیم بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوں اور میرا طائر دل تمہارے دام محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔

کیا آپ نے کسی شاعر کا یہ مصرعہ نہیں سنا۔ ع

مرغ دل کیوں نہ پھنسے دانہ بھی ہو دام بھی ہو

مہرالنساء۔ شرم کے لہجہ میں۔ ذرا مجھ کو کام دیجیئے گا۔ اس قسم کی باتیں کرنی واجب نہیں۔ اگر کوئی سن پاویگا۔ تو میری اور تمہاری دونوں کی عزت پر سیاہ داغ لگ جاویگا۔

جہانگیر۔ کسی کی کیا مجال۔ جو نظر بد سے تمہاری دیکھ سکے۔

مہرالنساء۔ حضور کو ایسی باتیں کرنی حضور کے شان کے شایاں نہیں ہیں

جہانگیر ؎ دیدار تو خوب است ہمہ کس طالب دیدار

تو یوسف مصری ہمہ شہر خریدار

مہرالنساء۔ اے خدا تو ہی میری عزت کا محافظ ہے۔ اس راہزن سے میری مخلصی کیسے ہو۔

جہانگیر ؎ سودائے تو داری ہمہ کس بر سر بازار

بازار تو بہتر ست خریدار تو بسیار

مخلصی تب ہی ممکن ہے۔ جب گلے لگ جاوگی۔

مہرالنساء۔ ائے میں کہیں کا نہ رہی۔

جہانگیر۔ نہ رہیں تمہارے دشمن۔ تم تو اگر خدا کو منظور ہے تو میری بزم عشرت کی شمع منور ہو گی۔

مہرالنساء۔ نہیں۔ نہیں۔ حضور مجھے جانے دیجئے۔

جہانگیر ؎ لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنیں نہیں ہے ہے خدا کیواسطے اس کو نہیں نہیں

مہرالنساء۔ ہائے رے اللہ میں بیٹا باز ادھر کیوں آئی۔

جہانگیر۔ ہماری الفت تم کو کھینچکر لائی۔

مہرالنساء۔ در اصل حضور کا منشاء کیا ہے۔

جہانگیر۔ یہ ہے کہ یہ لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنین نہیں ہے

مہرالنساء۔ یہ تو ہونا خیر ممکن ہے جان جلے تو بلا سے۔ مگر آبرو نہ جاویگی۔

جہانگیر۔ ہمنے تو جان و مال آپ پر فدا کیا ہے۔ صادق عاشق کو ترسانا صواب میں داخل نہیں۔ بلکہ عذاب میں ہے۔

مہرالنساء۔ اے عالم پناہ۔ یہ کیسی نازیبا گفتگو ہے

عشق حال بیسوا جانیں

ہم بہو بیٹیاں کیا جانیں

جہانگیر۔ کیوں جلوں کو جلاتی ہو۔ یہ دعا مت لو۔ ع

مر جاؤ گی جوان اگر یہ دعا لگی

مہرالنساء۔ جو کچھ دل میں آتا ہے۔ وہ کہکر دل کا بخار نکال لو

جہانگیر۔ ہمنے کچھ برا نہیں کہا۔

مہرالنساء۔ اچھا میرا دامن چھوڑ دو اور دور سے بات کرو۔

جہانگیر۔ غضب کی نفرت ہے۔

مہرالنساء۔ اگر آپ ایسے ہی جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ تو میرے والدین کو نکاح کا پیغام بھجوائیے۔ بجز اسکے میرا آپکا ملنا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر حضور کے دل میں کوئی خیال خام ہے تو اسے خیرباد کہہ دیجئیگا۔

جہانگیر۔ میری غرض تو نکاح ہی سے ہے۔

مہرالنساء۔ میں والدین کے بس میں ہوں۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ میرے والد کو پیغام بھیجدیویں۔

جہانگیر۔ یہ تو موقعہ پر ہوہی رہیگا مگر مجھکو اسوقت اس پیاسا ہی چھوڑ کر نہ جانا۔

مہرالنساء۔ نہیں صاحب اب دیر ہوئی۔ میں ضرور جاؤنگی۔

جہانگیر۔ وا رے تمہارے نخرے۔ اجی

عہد الشباب۔ وہ دیکھو میری والدہ آرہی ہے اب میں نہیں ٹھہر سکتی۔
یہ کہہ کر اور ایک طرارہ بھر دوسری روش پر جا کھڑی ہوئی اور آن کی آن میں
نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور جہانگیر مثل آئینہ کے حیران ہو گیا۔

باب ششم

یہ چھیڑ ہے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

مرزا محمود خیر تو ہے۔ آج سر شام ہی سو گئے ہو۔ کہیں دو گھونٹ زیادہ تو
نہیں پی لئے۔
مرزا محمود۔ نصیب اور دشمنوں کی کیا شکایت ہے۔
جہانگیر ہماری شکایت کا علاج آپ کے قبضہ اختیار سے باہر ہے۔
مرزا محمود۔ مجھ سے تمہارا کوئی راز پوشیدہ نہیں۔ کیا پردہ ہے عشق
معاملہ تو نہیں۔ خدا کی قسم اگر کوئی بات مجھ سے پوشیدہ رکھوگے تو میرا لہو پیو گے
جہانگیر۔ از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست
مرزا محمود۔ میں سمجھ گیا۔ کہ آپ کسی پری کے دلدادہ ہیں۔ مگر تو نکو حیل
تو حضور کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اگر لاکھوں میں نہیں۔ تو ہزاروں تو
جناب کی فہرست میں داخل ہو چکی ہیں۔
جہانگیر۔ وہ معاملہ نہیں ہے۔ اور وہ دن گئے۔ جب خلیل خان فاختہ
اڑایا کرتے تھے۔
مرزا محمود۔ جناب یہ کیا معاملہ ہے۔
جہانگیر۔ ایک ایسے نازنین کا تیر نگاہ کا شکار بنا ہوں۔ جو علاوہ حسن و
میں بے نظیر ہونیکے عصمت و عفت میں بھی لاثانی ہے۔
مرزا محمود۔ مذاق برطرف اگر سچ پوچھتے ہو تو بھی تمہارے ساتھ

سد عصمت تو ور کنار۔ سد سکندری بھی بچے ڈھا گئے ہیں ٹہکر وقعت نہیں رکھتی

جہانگیر۔ مرزا صاحب۔ ہاں آپ سے کوئی ذرا پوشیدہ نہیں ہے معاملہ یہ ہے کہ مرزا غیاث کی دختر ماہ پارہ کو دیکھتے ہی آتش عشق سے نیم بسمل ہوگیا ہوں۔

مرزا محمود۔ یہ بات کونسی مشکل ہے۔ ذرا مشاطہ کو منگوا کر سبز باغ دکھلا دیجیئے گا۔ فوراً مشکل حل ہو جاویگی۔

جہانگیر۔ وہ باعصمت ہے۔ لٹیوں کے چلتر وہاں نہیں چلینگے۔

مرزا محمود۔ ایسے سینکڑوں باعصمت دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی کس شمار وقطار میں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ چار کیونکر ہوئیں۔

جہانگیر۔ آج جو میرا گذر مینا بازار میں ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یہی مہر النسأ اپنے اور اپنے پن کے ساتھ روشن پر ٹہل رہی تھی۔ میرے ہاتھ میں اسوقت دو کبوتر تھے۔ میں نے کہا اے لڑکی۔ ذرا ہمارے کبوتر تو لئے رہو۔ مہر النساء نے کبوتر میرے ہاتھ سے لے لئے۔ اتفاقاً ایک کبوتر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھوڑی دیر کے بعد جو میں ادہر متوجہ ہوا تو اسکے ہاتھ میں ایک کبوتر دیکھا میں نے کہا۔ کہ میرا کبوتر کہاں ہوا۔ اس نے کہا حضور وہ تو اڑ گیا۔ میں نے پوچھا وہ کیونکر۔ اس نے دوسرا بھی اڑا دیا۔ کہ حضور اسطرح اڑ گیا۔ اسکے بھولے پن کی ادا اسوقت ایسی بھلی معلوم ہوئی۔ کہ مزا جان سے عاشق ہوگیا ؎

جو پری ابرو نے جو اک تیر نظارہ مارا
اسکے لگتے ہی جگر ہوگیا پارا پارا

کسی طرح ملادو۔ تو زندگی رہیگی۔ ورنہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاؤنگا۔

مرزا محمود۔ شوق سے کھا لیجئے۔ خس کم جہاں پاک۔

جہانگیر۔ وا ہ رے گدھے۔ یہاں جان کے لالے پڑے ہیں۔ تجھ کو مذاق ہاتھ آیا ہے۔

مرزا محمود۔ کیا یہ وہی مہر النساء نہیں۔ جو مرزا غیاث دیوان بیوتات کی دختر ہے جس نازنین کے حسن وجمال کی آجکل چاروں طرف دھوم مچی ہوئی ہے۔

جہانگیر۔ جی ہاں وہی چاند کا ٹکڑا ہے۔

چند منٹ وقفہ کے بعد ابو الفضل یوں عرض کرتا ہے۔

ابو الفضل بندگان عالی کو آج کس بات کا غم ہے۔ کہ چہرہ پر اداسی اور پژمردگی دکھلائی دیتا ہے۔

اکبر۔ بشرہ کی اداسی اور چہرہ کی پژمردگی ایک خاص غم والم سے تعلق ہے وہ دربار میں بتلانے کے قابل نہیں۔ چلو خلوت میں تاکہ تمکو کماحقہ واقفیت اس معاملہ سے ہو جاوے

ابو الفضل۔ کیا دربان کو حکم دیدوں۔ کہ تمام درباریوں کو ایک گھنٹہ کے لئے اندر آنے سے روکدے۔

اکبر۔ یہ حکم دو۔ کہ کل اراکین سلطنت دیوان عام میں ایک گھنٹہ تک منتظر رہیں

ابو الفضل۔ شاہزادہ صاحب کے راہ راست پر لانے کی بندگان عالی نے کیا تجویز سوچی ہے۔

اکبر۔ یہ کہ تم جاؤ۔ اور خلوت میں اس نامراد کو سمجھاؤ۔ کہ ان ناشائستہ افعال وحرکات سے باز آجاوے۔ ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

ابو الفضل۔ قبلہ کونین دوجہات۔ تعمیل ارشاد کیلئے حاضر ہوں۔ اور بلا عذر جاتا ہوں۔

الا مجھے شاہزادہ صاحب کی تیز طبیعت سے مجھے خوف آتا ہے۔ کہ کہیں کچھ اونچ نیچ نہ کہدیویں۔

اکبر۔ پہلے نرمی اور حکمت سے سمجھانا چاہئے۔

ابو الفضل۔ مجھے امید ہے کہ وہ طبیعت راہ راست پر نہیں آئیگی۔

اکبر۔ جاکر کوشش کرو۔ جبکہ حیلہ سازی بے سود ہے۔

ابو الفضل۔ میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ اس پر عمل درآمد کرنے سے مطلب بندگان عالی بر آمد ہو سکتا ہے

اکبر۔ بتاؤ۔ کیا تجویز ہے۔

ابو الفضل۔ ایک چھٹا ہوا شہدا آجکل۔ مالی۔ چور۔ جواری اول درجہ کا بگڑا۔ اول درجہ کا رند۔ مفتون شراب کے نشہ میں دن رات غرق رہنے والا۔

مرزا محمود نامی ایک شخص شاہزادہ صاحب کا بڑا یار غار بنا ہے۔ وہ جیسے ناچ نچاتا ہے۔ جہانگیر ویسے ناچ ناچتا ہے۔ گویا شاہزادہ صاحب اس کے ہاتھ کی کٹ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ اسکو بلا کر دم دلاسا دے کر سمجھانے سے اغلب ہے۔ کہ شاہزادہ صاحب راہ راست پر آجاویں۔

اکبر۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اور مصلحت کے خلاف ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کام لیا جاوے۔ فرستادہ اور فرستندہ ہو۔ تب دیا ہوتا ہے۔ دیکھو سکندر کو جب لائق اور اپنے خیال کا وہیں نہ ملا تھا۔ تو خود وہیں نکل آیا تھا۔

ابوالفضل۔ میں نے صرف بے عزتی کے خیال سے یہ عذر پیش کیا ہے۔

اکبر۔ تم خود ایک دفعہ جاؤ۔ اگر وہ باز آجاوے تو خیر۔ ورنہ کوئی ہمیں نیک راہ پر لانے کی نکالیں گے

ابوالفضل۔ تو حضور میں جاتا ہوں۔ اللہ خیر کرے۔

ابوالفضل در دولت جہانگیر پر پہنچتا ہے اور دربان کو کہتا ہے۔ کہ صاحب عالم کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ ابوالفضل در دولت پر حاضر ہے۔ دربان نے ابوالفضل کے آنے کی اطلاع دی۔

جہانگیر۔ جو کہ رات بھر کی کثرت مے خواری سے اطلاع ہونے پر اور بھی رنجیدہ ہوا۔ اور ترش روئی سے دربان کو کہا کہ آنے دو۔

مرزا محمود۔ یہ کون حضرت ہیں جو اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔

جہانگیر۔ وہی ابوالفضل ہے نا۔ کہ جس سے مجھے سخت نفرت ہے۔

مرزا محمود۔ واقعی کتنی سختی اور گردن زدنی ہے۔

جہانگیر۔ یہ موقعہ پر پند و نصائح کا ہی دفتر لے کر آیا کرتا ہے۔ اور ناحق مغز ماری کرتا ہے۔

مرزا محمود۔ ہوں ہوں کر کے مغز خالی کر جائیگا۔

جہانگیر۔ بہت درست ہوں ہوں کی خوب کہی۔ دل میں آتا ہے۔ کہ ایسا جہاڑوں کہ جامہ بحس ہو جائے۔

مرزا محمود۔ (دل میں کچھ سوچکر) وہ سلطنت کا وزیر اعظم ہے اس سے

بے گاڑو اجب نہیں۔ جو گڑ دیئے مرجائے۔ اسے نہ مر دیا عقلمندی میں داخل نہیں ہے وہ تجویز کرو۔ کہ سانپ بھی مرجاوے۔ اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے

ابوالفضل۔ جناب شاہزادہ صاحب السلام وعلیکم۔

جہانگیر۔ وعلیکم والسلام۔ اے وزیر صاحب۔

مرزا محمود۔ غریب پرور آداب عرض کرتا ہوں۔

ابوالفضل۔ آہا۔ مرزا جی۔ مزاج مبارک۔ کہاں سے۔ مدت کے بعد دیدار ہوا

مرزا محمود۔ حضور کا دعا گو ہوں۔

جہانگیر۔ کیوں وزیر صاحب۔ آج کیسے آنا ہوا۔ شکر ہے۔ ہمیں بھول ہی گئے ہو۔

تم آؤ ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے
کبھی تو تمکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ابوالفضل۔ حضور نے میرے سر پر سلطنت کا اتنا عظیم بوجھ ڈال رکھا ہے کہ دم بھر کی فرصت نہیں ملتی۔ صاحب عالم کا شکوہ بجا ہے۔

جہانگیر۔ اچھا کچھ کہنا چاہتے ہو۔

ابوالفضل۔ حضور سے کچھ خلوت میں عرض کرنے کیلئے اجازت مانگتا ہوں۔

جہانگیر۔ جمائی نیکر۔ خالی بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہو۔ صراحی لاؤ۔ تاکہ رات کا خمار ٹوٹے۔

ابوالفضل۔ شہنشاہ کے فرمان کے مطابق حاضر ہوا ہوں۔

جہانگیر۔ مرزا محمود۔ جلد ہماری بیماری کا علاج کرو۔

ابوالفضل۔ مجھ کو کیا حکم ہے۔

جہانگیر۔ ہم کو مرزا جی سے کچھ پردہ نہیں ہے۔ بلا دریغ انکے اوپر جو کچھ فرمایا ہے۔ فرمایئے گا۔

ابوالفضل۔ شہنشاہ عالم پناہ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک اڑتی اڑتی یہ خبر انکے گوش گذار ہوئی ہے کہ جہانگیر مہرالنسا کے عشق غلام بنگیا ہے۔

جہانگیر۔ جب ناچنے لگی۔ تو گھونگٹ کیسے۔ وزیر صاحب مجے اس میں معاف ہیں ذرا بھی شک نہیں۔ میں واقعی اس مہ پارہ کا دلدادہ ہوں۔ ابوالفضل۔ صاحب عالم یہ بات آپکے شان کے شایاں نہیں ہے

جہانگیر۔ کیا آپ ناصح مشفق بنکر آئے ہیں۔
ابوالفضل۔ حضور کو سمجھانا لقمان کو حکمت پڑھانا ہے۔ حضور کو کچھ سمجھا[نا]
سکا تو میرا منصب نہیں۔ محض حضور کے والد کے فرمان کی تعمیل بجا لاتا ہوں۔
جہانگیر۔ جو ہو سو ہو میرا یہ جواب ہے۔

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

مرزا محمود۔ بجا ارشاد فرمایا۔

ناصح پہلے تو کچھ ذاتی تجربہ کر لو — ناصح بننا تو آسان ہے سمجھانے کو

ابوالفضل۔ آپ شاہزادہ صاحب اس خیال باطل کو یک لخت دل سے
رفع کریں۔ کیونکہ آپ کو بھی کسی دن بادشاہ بننا ہے بادشاہوں کا فرض منصبی
اولیہ ہے۔ کہ وہ رعایا اور نوکروں کی بہو بیٹیوں کو اپنی بہو بیٹیوں کے برابر سمجھیں
اگر بادشاہ اس قسم کے افعال ناجائز کی حرکت کرنے لگیں تو کل نہیں۔ آج
ہی قیامت آنے کو ہے۔
مرزا محمود۔ میں تو کہتا ہوں۔ کہ رعیت بادشاہوں کی ملکیت ہوتی ہے
زہے نصیب مرزا غیاث کے اگر اسکی دختر اس عالی قدر شہزادے کے حرم سرا
میں داخل ہو۔
جہانگیر۔ چونکہ اس نازنین کا عشق اور خیال میرے ہر رگ و ریشہ میں سرایت
کر گیا ہے۔ اس خیال کو رفع کرنا جان بوجھ کر ہلاکت کا مول لینا ہے۔ مرزا
صاحب آپ جہاں پناہ سے عرض کریں۔ کہ یا وہ میری امداد کریں۔ یا مجھ کو میرے
حال پر چھوڑ دیں۔

میرے دل کی تپش کو غور کرو، میرے واسطے فکر امداد کرو
کوئی یار سے میرے ناطہ کرو، میرے درد دل کی اب دوا ہی نہیں

مرزا محمود۔ وزیر صاحب مہرالنسا ابھی کنواری ہے۔ پھر شاہزادے سے منسوب
کرنے میں کون گناہ ہے۔
ابوالفضل۔ بادشاہ سلامت ایسا تعلق نازیبا تصور کرتے ہیں۔
جہانگیر۔ وزیر صاحب اگر جناب نے اس گل گلزار خوبی اور بلبل ... جناب ...

ابوالفضل۔ چند روز تک جہانگیر کی آنکھوں سے الگ رکھنے کے لئے یہ صلاح ہے۔ کہ مہرالنسا کی شادی جلد کہیں کر دی جاوے۔

اکبر۔ یہ بڑا مفید مشورہ ہے مرزا غیاث۔ غلام کی مرضی حضور کی مرضی پر منحصر ہے

اکبر۔ میری رائے میں تو علی قلی خان تمہاری دامادی کے لائق ہے۔ یہ نہ صرف دلیر اور بہادر ہے۔ بلکہ خوبصورت وجیہ جوان ہے اور میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اسکو کسی معزز عہدہ پر تعین کر دونگا۔

ابوالفضل۔ جہانگیر چونکہ آجکل شیدا یا بیقرار ہے۔ اسلیئے یہ کام جلد سرانجام ہونا مناسب ہے۔

اکبر۔ جلد کیا معنی۔ ایک گھنٹے کے اندر نکاح ہو جانا چاہیئے۔ اور ہم خود نفس نفیس معہ ارکین سلطنت شریک محفل ہونگے۔

ابوالفضل۔ بندگان عالی کی ذات سے یہی توقع ہے۔

مرزا غیاث۔ ہمین شرف گر جان فشانم رواست
کہ این قدر آسمان جہان ماست

اکبر۔ ابوالفضل سے۔ شیخ صاحب پروانہ لکھو۔ کہ علی قلی خاں کو ڈھاکہ کا عہدہ بید مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی پروانہ جاری کر دو۔ کہ بردوان کا علاقہ جاگیر میں دیا گیا ہے۔

ابوالفضل۔ بادشاہ سلامت محفل نکاح گرم ہے۔ تشریف لیجائیں۔

اکبر۔ بہت خوب۔

باب پنجم

جس کا دل دلبر پہ ہوا پھر اسکو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑ جاتی ہے نیند

مرزا محمود۔ ایک تجویز میں نے سوچی ہے۔

جہانگیر۔ کیا۔

مرزا محمود۔ یہ کہ زنانہ لباس کر کے ہم دونوں مرزا غیاث کے زنان خانہ میں چلے

جہانگیر۔ بہت خوب سوجھی۔ آج رات ہوگئی ہے۔ کل سب زنانہ لباس
اور زیور منگاکر اور برقعہ پہنکر چلیں گے۔
مرزا محمود۔ ضرور چلنا چاہیئے۔ جہانگیر۔ تعجب ہے آج نیند کیوں نہیں آتی۔
مرزا محمود۔ نیند کیسے آئے۔ حضور کے دل میں تو خیالات صبح کی تیاریوں کے
ہیں۔ کسی استاد نے کیا سچ کہا ہے

جس کا دل دلبر میں ہو پھر اسکو کب آتی ہے نیند
کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑجاتی ہے نیند

جہانگیر۔ نیند تو جب آویگی آویگی۔ کہو آپکی کٹنی کیوں نہیں آئی۔
مرزا محمود۔ خدا جانے کم بخت کو کیا ہوگیا۔ وعدہ تو آج ہی کا تھا۔
جہانگیر۔ جیسی بائیں آنکھ پھڑکتی ہے۔ دیکھئے خدا خیر کرے۔
مرزا محمود۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔
جہانگیر۔ بھئی مرزا۔ ہماری رات بھی عجیب رات ہے وہ ہی مثل ہورہی ہے
کہ نہ سے

کسی کی شب وصل ہنستے کٹتی ہے ۔۔۔ کسیکی شب ہجر روتے کٹتی ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الہی ۔۔۔ نہ روتے کٹتی ہے نہ سوتے کٹتی ہے

مرزا محمود۔ شب بیداری اور اختر شماری تو عشق کا خاصہ ہے۔ خیال پلٹ
دو نیند آجاویگی۔
جہانگیر۔ مرزاجی۔ جلد کوئی نہ کوئی انتظام کرو۔ بیقراری نے تنگ کر رکھا ہے
مرزا محمود۔ جلدی میں کام خراب ہوتا ہے۔ ذرا صبر اختیار کرو۔
جہانگیر۔

قرار در کف آزادگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

یوں تو جہانگیر کو تمام رات کروٹیں بدلتے ہی گذر گئی۔ اور جب کچھ پچھلا پہر ہوا۔ تو
آنکھ لگ گئی۔ سوتے ہی اسکو ایک عجیب و غریب خواب دکھلائی دی۔

خواب یہ تھا۔

کہ جہانگیر تن تنہا ایک ہولناک جنگل میں کھڑا ہے۔ ماسوائے ریت کے ڈھیلوں

اور خاک کے تودوں کے چاروں طرف اور کچھ دکھلائی نہیں دیتا۔ اور وہ حیران پریشان ہے۔ کہ وہ کونسا کام ہے۔ مقام مذکور کے نام و نشان کو دریافت کرنیکے لئے کوئی بشر موجود نہیں ہے۔ ناچار قدم بڑھانتہ ہوکر ایک طرف جاتا ہے۔ تھوڑی دور جانے پر اسکو ایک تالاب دکھلائی دیتا ہے۔ جب اسکے کنارے پر پہونچتا ہے تو یہ تالاب عجب قسم کا نظر آتا ہے۔ بجائے پانی کے خون سے لبالب لبریز ہے اور مچھلیوں کے بجائے انسان کے سر اسمیں سرگرداں ہیں۔

ایک سر ابوالفضل کا تھا۔ دوسرا گرو قطب الدین۔ تیسرا علی قلی خان۔ اور چوتھا مرزا محمود کا تھا۔ جہانگیر ابھی ان سروں کو دیکھکر متعجب ہو رہا تھا۔ کہ چاروں سر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔ کہ خونی آیا۔ خونی آیا۔ یہ دہشت انگیز ماجرہ دیکھکر جہانگیر بھاگنے کو تیار ہو رہا تھا کہ اسکو ایک تخت نظر آیا۔ جو زمین و آسمان کے درمیان ایستادہ تھا۔ اور مہرالنساء اسپر جلوہ آرہی تھی۔

مہرالنساء کو دیکھتے ہی جہانگیر نے بے اختیار شور و غوغا کرکے کہنا شروع کیا۔ کہ اے بیوفا۔ کہ تو تو چین اور لطف سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اور میں تمہاری الفت میں بیابانوں کی خاک چھان رہا ہوں۔ ذیل کے سخن پر عمل کرو۔ ثمرہ نیک ملیگا

اس طرف بھی تجھے لازم ہے نگاہ کرنا ہے ۔۔۔ دم بدم لمحہ بلحظہ نہیں تکا ہے گا

مہرالنساء کہنے لگی۔ اے جہانگیر کیوں شکایت کرتا ہے۔ کیا تو دیوانہ تو نہیں ہو گیا۔ دیکھو ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ جہانگیر سچ کہتے ہو۔ مگر عاشق کو صبر کہاں۔

قرار بر کف افتادگاں نگیرد ملل
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

مہرالنساء نے کہا۔ کہ اگر درحقیقت ایسا ہے۔ تو بے قرار ہے۔ تو جلد اس خون کے تالاب میں غوطہ ملد۔ فی الفور میرے پاس آجاویگا۔ یہ سنتے ہی جہانگیر کی باچھیں کھل گئیں۔ اور اس نے دیوانہ وار آنکھیں بند کرکے تالاب میں غوطہ مار دیا۔ اتنے میں کسی آہستگی آمد سے آنکھ کھل گئی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ وہ تالاب ہے اور نہ جنگل اور نہ مہرالنساء تھی۔ تنہا اپنے محل میں بستر پر دراز ہے اور ایک خواجہ

سرائے پاؤں دبا رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ شہزادہ صاحب! شمسہ آفتاب سر پر آگیا ہے

باب دہم

جہانگیر ادھر تو خواب کی تعبیر اور نور جمال کے خیال میں مستغرق ہو رہا ہے۔ اودھر میاں بی بی شب باش ہو کر ناز و ادا کی باتوں سے جامہ میں پھولے نہیں سماتے۔

میاں۔ علی قلی خان سے مراد ہے۔ یہ ایک قدرت کا کرشمہ ہے کہ بجز محنت اور کوشش کے ایک غیر وطن ایرانی کو ہندوستان جنت نشان میں وارد ہونے پر ایک دُرِ بے بہا ہاتھ آیا۔ گوہر بے بہا ایسا کہ کوہ نور بھی اس کے آگے ناچیز ثابت ہوتا ہے۔ بیشک تقدیر زبردست ہے۔ تدبیر اسکے آگے ہیچ ہے۔

بی بی۔ مہر النساء سے مراد ہے۔ آپنے کیا ارشاد فرمایا ہے۔

میاں۔ میں خداوند کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جس نے آپ جیسے مہ پارہ معشوق مجھ کو بخشا ہے۔

بی بی۔ میں کونسے حسینوں میں ہوں۔ کہ آپ اسقدر تعریف کر رہے ہیں۔

میاں۔ تشبیہ کس سے دوں تیرے عذار صاف کو
خورشید زرد رنگ قمر داغدار ہے

بی بی۔ اسقدر مبالغہ کیا معنے رکھتا ہے۔

میاں۔ مبالغہ کیا سچ ہے۔ کہ ہے
ہم چاہتا ہے قدرت صانع پر مرتے ہیں خلد ... تجھکو بنایا کہ ہے سامنے پا و خدا کروں

بی بی۔ مجھے گنہگار نہ بنایئے۔ میں حضور کے لونڈیوں میں سے ادنےٰ کنیزک ہوں۔

میاں۔ تم پرحان فدا۔ تو نہ صرف حسن علم کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہے بلکہ ظرافت اور لطافت میں بھی مثل مہرِ درخشاں کی ثانی ہے

بی بی۔ آپ کسکا ذکر کرتے ہیں۔

میاں۔ میں صادق محبت کا اظہار کرتا ہوں۔ مذاق نہیں کرتا۔

مرزا محمود۔ گھبرانے کی بات نہیں سب کچھ ہو رہیگا۔

جہانگیر۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب کیا خاک ہو رہیگا۔

مرزا محمود۔ مہرالنساء کو تمہاری بغل میں بیٹھا نہ دکھلا دوں تو مرزا محمود نہ کہنا۔

جہانگیر۔ جب نکاح ہو گیا۔ اور دوسرے کی بغل میں چلی گئی۔ پھر میری بغل میں آنا محال نہیں تو اور کیا

مرزا محمود۔ اگر یہی حوصلہ اور خیال ہے تو بادشاہ بن چکے۔

جہانگیر۔ تم سچے ہو۔ تم کو کسی کے ہلاک ہونیکا حال کیا معلوم۔ جس کسی کے دل میں چوٹ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ وہی جانتا ہے۔ دوسرا اس کے دردِ دل کو کیا جانے۔

مرزا محمود۔ تو اس سے یہ آپ کا یہ خیال ہے کہ مجھے آپ سے ہمدردی نہیں۔

جہانگیر۔ میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ تم کو مجھ سے ہمدردی ہے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ جو چوٹ میرے دل پر آ گئی ہے۔ وہ تمہارے دل پر نہیں۔

مرزا محمود۔ سچ مانیں میں آپ کو بے حال دیکھ کر سخت بے حال ہو رہا ہوں۔ آپ کی یہ بے چینی مجھے سے ہرگز ہرگز برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔ بے چینی سے کبھی کوئی کام نکلتا ہے؟ ہر کام کرنیں حکمت عملی اور حکمت نظری درکار ہوتی ہے۔ صبر کرو۔ تو سب بگڑا ہوا کام بن پڑے گا۔

جہانگیر۔ صبر تو اب مشکل ہے۔ ہاں بتاؤ تو سہی کہ معشوقہ کو لانے کی کیا حکمت عملی کروگے۔

مرزا محمود۔ اگر گھبراؤ گے نہیں۔ تو تمہاری معشوقہ کو آن میں تمہارے پلنگ پر لا کر بٹھلا دوں۔

جہانگیر۔ کس حکمت عملی سے۔

مرزا محمود۔ اپنی ممبر بہ کٹنی کے ذریعہ سے

جہانگیر۔ ہمیں کو بے صبری نے بے تاب کر رکھا تھا۔ وہ ایک آہ

سرد آہ بھرکر اور غش کھاکر گر پڑا۔

جہانگیر کے گرتے ہی مرزا محمود کے حواس ہوا ہو گئے۔ اور دل ہی دل میں حیران پریشان ہو کر کہنے لگا۔ کہ اگر شہزادہ صاحب کی جانکو کوئی صدمہ خدانخواستہ پہنچ گیا۔ تو جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ اور ساری رندبازی کرکری ہو جائے گی اور ساری چالاکی خاک میں مل جائے گی۔ پھر کہنے لگا۔ موقعہ اور وقت کو جو شخص نہیں سبھالتا وہ خواہ مخواہ خرابی مول لیتا ہے۔ اگر اب بھی معلوم ہو گیا۔ کہ عورت کے بھیس میں جہانگیر ہے تو اور بھی خرابی نظر آتی ہے۔ یہ ہی وقت حکمت عملی اور نظری کا ہے۔ تو پھر بڑے زور شور کی آواز سے چلاکر........

مرزا محمود۔ ارے دوڑو۔ دیکھو پانی لا۔ میری بیٹی کو سکتہ کا مرض ہے جب دربان نے پانی لانے میں دیر کی۔ تو مرزا محمود غصہ کے نقش بھپ اور دارو ہیڑا اس کے موہنہ پر رسید کیا۔ وہ جھڑکھاتے ہی اس نے شور و غوغا کیا اتنے میں مرزا غیاث اور اسکے بہت سے آدمی آ گئے مرزا محمود نے پردہ فاش ہو جانے کے خیال آگے بڑہکر مرزا غیاث کے کان میں کہا۔ کہ یہ بیہوش عورت دراصل شاہزادہ جہانگیر ہے۔ خبردار اسکی عزت کو بٹہ نہ لگے۔ ہماری لڑکی کے چلے جانیکی خبر سنکر اس کا یہ حال ہوا۔ مرزا غیاث کی آنکھوں میں گو خون اتر آیا تھا۔ مگر شاہزادہ اور بادشاہ کے خوف لہو کا گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا۔ اور پالکی منگاکر شاہزادہ کو سوار مرزا محمود کو ہمرکاب کر دیا ہے

کرتا نہ گر کلام نہ پہچانتا کوئی
شیدا تو چند روز میں کتنا بدل گیا

مرزا محمود۔ اس عشق کا خانہ خراب ہو۔ کل تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے شکر ہے۔ کہ آپ نے آنکھ کھولی ہے

جہانگیر۔ بدنصیبی تیرا کہنا ہے

وہ بھی کوئی ہوگا امید بر آئی جس کی
اپنا مطلب نہ اس چرخ کہن سے نکلا

مرزا محمود۔ اگر یہی حوصلہ ہے تو بادشاہت کر چکے۔ تو تم کون ہو۔

جہانگیر۔ میں کیا کہوں کہ کون ہوں۔

ہیچکس ہوں ہیچ ہوں بخت آفت رسیدہ ہوں

مرزا محمود۔ یہ تیرا دل کا رستانی اور نفس کی ہے

جہانگیر۔ شکست کے انتہا میں اچھا نہیں ہوں۔ سب کچھ چھپاتا ہوں۔ دیکھو تو ہی کہ اللہ انتقام کی ہی سے کس طرح اپنے دشمنوں کو پامال کر کے انتقام لیتا ہوں۔ یاوری اقبال شرط ہے۔

مرزا محمود۔ قسم خدا کی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ اور حضور کی خدمت میں جان و مال اور ایمان قربان کرونگا۔

چوبدار۔ حضور کی عمر و دولت زیادہ۔ ایک عورت برقعہ پوش در دولت پر ایستادہ ہے۔

جہانگیر۔ آنے دو۔

کٹنی۔ حضور کا چہرہ بہت اداس دکھائی دیتا ہے۔ شاید حضور کے دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔

جہانگیر۔ نہیں خدا کا فضل ہے۔

مرزا محمود۔ ہم نے تم کو ایک خاص مطلب کیلئے بلایا ہے۔

کٹنی۔ کہیں ارشاد۔

مرزا محمود۔ اصل مطلب یہ ہے کہ ہمارے شاہزادے نے کہیں مرزا غیاث دیوان بیوتات کی دختر بلند اختر کو مینا بازار میں دیکھ لیا۔ بس آنکھوں کا چار ہونا تھا۔ کہ ایک تیر سا کلیجہ میں لگ گیا۔ گویا دو نگاہ ناوک فگن چلی تھی۔ جو گری اور سہام لگ گئی۔

کٹنی۔ واقعی وہ لڑکی چودھویں رات کا چاند ہے

مرزا محمود۔ ایسا ہی سنا گیا ہے۔

جہانگیر۔ بیشک حوروں سے بھی زیادہ چم چم کرتی ہے۔

مرزا محمود۔ آپکے سر کی قسم شاہزادے کی حالت عشق میں بے انتہائی ہوگئی ہے۔ اور

رفتہ رفتہ یہ بات کی بھنک بادشاہ کے کان میں پڑ گئی۔ جہاں پناہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً اس لڑکی کا نکاح علی قلی خان سے کردیا۔ اور ان بعد اس کو ڈھاکہ کا صوبہ دار کرکے بنگالے کو رخصت پہنچایا ہے۔ اس وقت سے شاہزادہ مجنون ہوگیا ہے اور دیوانوں کی طرح ہر وقت اُسکے درد میں ہے۔

شتاب آگ نہیں تاب جدائی کی

جہانگیر۔ بیگم کہ اس گلبدن کا طلاق علی قلی خان سے دلاؤ۔ رسائی غیر ممکن ہے۔

کشتی۔ دیکھو تو میں علی قلی خان کو کیسا ناچ دکھاتی ہوں۔ تو حضور اعظم قبلہ ہیں۔ جاتی ہوں۔ مگر اس وقت نہ دکھلاؤں جبکہ معشوقہ کو آپکے پہلو میں نہ دیکھ لوں گی۔

جہانگیر۔ اچھا میرا ایک خط لیتی جاؤ تو اُسے دکھا دینا۔

کشتی۔ بہت بہتر۔

جہانگیر۔ مہر لگی ہے لو خط۔

جاتی ہے

دشمن یہ ہے کہ تم سے مخلت ہوئی۔ اور مخالفوں کے چیتے ہو گئے۔ غضب ہوا ستم ہوا۔ کہ پری کو دیو نے آ دبوچا۔ کیوں جفا شعاری پر کمر باندھی ہے۔ ستم کی بھی تو حد ہوتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اے مہ لقا خوف خدا کو اپنا شیوہ بناؤ۔ اور میرے حال زار پر رحم کرکے علی قلی خان میرے رقیب سے کسی نہ کسی حیلہ سے طلاق حاصل کرکے میری خدمت کا فخر حاصل کرو۔ میری زندگی بغیر تیرے عذاب ہے۔ مصداق اس شعر کے

یہ اس سے کہتے کوئی خدا را کہ تیرا عاشق غریب یہ ہے
کچھ تو غفلت میں نازنینا ابھی تلک تو کہ خواب میں ہے

رقم جہانگیر

جہانگیر نے کشتی کو خط دیکر کہا کہ اسی محبوب کہاں پہنچاؤ گی

ہرگز نہ کھو۔ امید لگی

جہانگیر۔ نہیں اس کو آپ جلتے اور غصہ میں پہنچا دے

کنیز۔ شاہزادہ صاحب معہ اتالیق کے ۔ سلام قبول ہونا چاہتے ہیں ۔

جہانگیر۔ اصطبل میں جا کر حکم دو ۔ کہ وہ گھوڑے جو عربی نسل کے [illegible] کون سے کم نہ ہوں گے کسانے [illegible] ہاتھ نیچے [illegible] ہمارے شہزادے کے [illegible] میں حاضر رکھے جائیں ۔

مرزا محمود۔ امیر قسمت جاتا ہوں ۔

جہانگیر۔ اب کسے بجے ہیں ۔

مرزا محمود۔ کوئی دس کا عمل ہے

جہانگیر۔ ابھی مدگشت کا وقت ہے ۔ تم قلم دوات اٹھا لانا تاکہ [illegible] خط لکھ لوں ۔

مرزا محمود۔ کس کی طرف خط لکھیے گا ۔

جہانگیر۔ جہاں پناہ کے حضور میں ۔

مرزا محمود۔ کہیں باپ نہ بگاڑ لینا ۔

جہانگیر۔ حضرت ایک معمولی خط لکھتا ہوں سو

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں

رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں ۔ اے قبلہ جہاں پناہ [illegible] اور اب کو [illegible] کے بعد [illegible] میری تمام امیدوں پر پانی پھر جانے [illegible] میرا دل یہاں کی رہائش سے ایسا بد دل ہوا ہے کہ [illegible] یہاں کی صورتیں ہی مجھ کو بھیانک اور ڈراونی دکھائی دیتی ہیں [illegible] ہے لیکن دل بہلانے کیلئے چند روز کے واسطے اودھ کو جاتا ہوں ۔ اگر حضور کو [illegible] مطلوب ہے ۔ تو مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا جاوے ۔ کیونکہ میرے [illegible] بھیجا جاوے ۔

(راقم جہانگیر)

تھوڑی دیر کے بعد مرزا محمود واپس آیا ۔ اسکے [illegible] جہانگیر نے الگ کر کے [illegible] سیاہ [illegible] ادھر تیار [illegible] مرزا محمود کو [illegible] کیا ۔

ایک پر سوار ہوا۔ دوسرے پر شہزادہ محمود کو سوار کیا۔ اور دونوں بر شتابی چل پڑے۔

باب دوازدہم

وسعت آن انگشتری عجب وسعت
ہر پری اش عالمی در ملکی

راجہ نرسنگھ دیو خیمہ کے اندر آدھی رات کے وقت اضطراب میں سو رہا پڑا ہے۔ ناگہاں ایک سیاہ پوش وہاں آتا ہے۔ اور نرسنگھ دیو کے سرہانے کھڑا ہو کر ہلا کر جگاتا ہے۔

نرسنگھ دیو۔ کون ہے؟

سیاہ پوش۔ دیکھ لو خود۔

نرسنگھ دیو۔ واہ خوب! تشریف لے آئیے۔

سیاہ پوش۔ یار تمہاری انگوٹھی تو طلسم ہے۔ جس طرح علی بابا کی کہانی میں سم سم کے نام سے فوراً ان کا دروازہ کھل جاتا تھا۔ اسی طرح تمہاری انگوٹھی سے میں بھی تمہاری خوابگاہ میں آ گیا۔ اور کسی نے نہیں روکا۔

نرسنگھ دیو۔ یار تکلف اور میل جول رہنے دو۔ وہ ذکر کرو جسکو میرے متعلق شہزادہ نے قرار دیا ہے۔ اور جس کی خاطر اسقدر تکلیف اٹھا کر تم نے قدم رنجہ فرمایا ہے۔

سیاہ پوش۔ کیا آپ میرے صادق دوست ہیں۔

نرسنگھ دیو۔ شہزادہ جہانگیر! ایسا سوال کرتے ہو۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی۔ کیا آپ کو میری دوستی کی آزمائش باقی ہے۔

جہانگیر۔ تمہارے متعلق ایک ضروری کام انجام دینا منظور ہے۔

نرسنگھ دیو۔ فرمائیے۔

جہانگیر۔ ابو الفضل کو جانتے ہو۔

نرسنگھ دیو۔ وہ تو شہنشاہ ہند کا وزیر ہے۔ کون نہیں جانتا۔

جہانگیر۔ آپ غلطی پر ہیں۔ وہ میرا جانی دشمن ہے۔

نرسنگھ دیو۔ پھر اسکی بابت کیا کہتے ہو۔

جہانگیر۔ وہ آجکل گوالیار کو جا رہا ہے۔ صرف چھ آدمی اسکے ہمراہ ہیں یہ صلاح ہے۔ کہ جب تمہارے علاقہ سے گذرے اسی وقت اسکا خاتمہ کر دیا جاوے

نرسنگھ دیو۔ جہانگیر اچھی طرح سمجھ لو وہ تمہارے والد کا ہاتھ پاؤں ہے ایسا نہ ہو۔ کہ اسکے ساتھ ہمیں بھی پس جائیں۔

جہانگیر۔ تو پھر سنو۔ میں اس شخص کے خون کا پیاسا ہوں۔ اگر انکار کرو گے تو دوستی آج ہی ختم ہو جائیگی۔

نرسنگھ دیو۔ میں مطلبی دوست نہیں ہوں۔ ابو الفضل تو رہا درکنار تیری خاطر اپنے عزیز سے دوست کو قتل کرنے کیلئے مستعد اور تیار ہوں۔

جہانگیر۔ ٹھیک دوپہر سے پہلے اسکا گذر تمہارے علاقہ میں سے ہوسکا۔ چند چیدہ آدمی گھات میں لگے رہتے ہیں۔ وہ قید یا کر قتل کردیویں۔ زندہ نہ چھوڑ جاوے صرف چھ آدمی کی جمعیت کے ہمراہ آتا ہے۔ میں نے اچھی طرح دریافت کر لیا ہے

نرسنگھ دیو۔ تیری بڑی خاطر مجھے منظور ہے۔ خواہ اکبر میرا استیاناس ہی کیوں نہ کرے۔ پر تیرے فرمان کی ذرا بھی سرتابی نہ کرونگا۔

جہانگیر۔ آپیئے میری جان۔ اے میرے روح رواں۔ خدا شاہد ہے۔ جب مجھے خدا کوئی دن کریگا۔ وہ اصل تو بادشاہ ہوگا۔ اور میں تیرا وزیر۔

نرسنگھ۔ وقت آنے دیجئیگا۔ دیکھ لیں گے۔

جہانگیر۔ دیکھ لینا۔ میرا ایمان شاہد ہے۔ کہ تمام عمر تیار ہونگا۔

نرسنگھ دیو۔ بہت بہتر۔ اب آپ تشریف لیجائیے اس کام کو سرانجام دینا میرا ذمہ ہی نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے فرض میرا یہ ہے

جہانگیر۔ ابو الفضل کوئی معمولی نہ سمجھ لینا۔ وہ بڑا مشہور ہے۔

نرسنگھ دیو۔ اگر لاکھ جوان ہونگے۔ تو ایک بھی سلامت نہ جائیگا۔

جہانگیر۔ کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔

نرسنگھ دیو۔ اطمینان رکھیں۔ دوپہر کا شکار خدمت عالی میں بھیجا جائیگا۔

جہانگیر۔ یہی تو ہمارا مطلب ہے۔

زنگہ دیو۔ اب کہاں جاؤ گے۔

جہانگیر۔ سیدھا الہ آباد جاؤنگا۔

زنگہ دیو۔ خوشی سے تشریف لیجائیے تمام حساب ادا پورا کیا جاویگا۔

جہانگیر۔ وہ حرص سے کچھ غرض نہیں۔ لیکن سرخرو بیٹے آنا۔

باب پنجم

مہرالنساء۔ کہاں سے آئی ہو۔

کریموں کٹنی۔ دہلی سے

مہرالنساء۔ کیونکر آنا ہوا۔

کریموں۔ مجھے تمہاری بندگی حضور کی چند روز کاٹنے کا ارادہ ہے

مہرالنساء۔ کچھ لکھی پڑھی بھی ہو۔

کریموں۔ شاید۔

مہرالنساء۔ بھلا یہ دیکھو کہ کیا لکھا ہے۔

کریموں۔ یہ تو صاف لکھا ہے شکستہ خط بھی پڑھ لیتی ہوں۔

مہرالنساء۔ ایک پرچہ دیا۔ اور کہا کہ پڑھکر سناؤ۔

کریموں نے فرفر پڑھ دیا۔

مہرالنساء۔ تم اچھی پڑھی لکھی ہو۔

کریموں۔ یہ تو آپکی سراسر عنایت ہے۔

مہرالنساء۔ یہ تمہاری انگیا پر بوٹا کس کے ہاتھ کا کیا ہوا ہے۔

کریموں۔ یہ میرے اپنے ہاتھ کی سی ہوئی ہے

مہرالنساء۔ تم گنوں کی گتھلی ہے۔

کریموں۔ کھانا پکانے میں کمال رکھتی ہوں۔ اگر میرے ہاتھ کے کھانے ہی کھایا اب
یاد ہی پلاؤ پکاؤں تو تمام عمر یاد رکھیں

مہرالنساء۔ یہ قسمت ہم تمہاری ہی سگھڑ سمجھتی ہیں خدا نے تمکو بھیجدیا

کریمن ۔ میں تو حضور کی لونڈی ہوں۔

مہرالنساء ۔ فی الحال کتب خانہ کی خدمات تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ پھر دیکھا جاویگا۔

کریمن ۔ اور بجا لاکر دعائیں دینے لگیں۔ پھر چند روز اس نے اپنی خدمات سے مہرالنساء کو گرویدہ بنالیا۔ اور نماز اور تقویٰ جتانے کیلئے لمبی لمبی نمازیں ادا کرنے لگی۔ جس کی وجہ سے مہرالنساء ہر وقت اسکو اپنے پاس رکھنے لگی۔ علی قلی خان نے اسکی پارسائی پر شک کیا۔ مگر مہرالنساء نے اس کی تسلی کردی۔ کہ عورت پارسا اور پرہیزگار ہی ایسی ہے کہ اسکا منہ آنا خوش قسمتی ہے۔

یہ سنکر علی قلی خان جو کہ پہلے ہی زن مرید تھا۔ خاموش ہو رہا۔

کریمن ۔ (مہرالنساء سے) یہ زعفرانی جوڑا جو آپکے اوڑھا ہے خوب سجا ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ آپ تو کوئی تاجدار ہیں۔

مہرالنساء ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ میں شاہوں کی لونڈیوں کے برابر بھی نہیں۔

کریمن ۔ آپ نے تو ہنسی سے سلطنت کو دھکا دے رکھا ہے۔ حضرت عباس کی قسم۔ اگر آپ بھی چاہیں۔ تو ملکہ بن سکتی ہو۔

مہرالنساء ۔ تمہاری زبان مبارک ہو۔

اتنی باتیں ہی کرنے پائی تھیں کہ کریمن نے جہانگیر کا رقعہ مہرالنساء کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور کہا کہ دیکھو تو سہی۔ اسمیں کیا لکھا ہے۔ یہ کاغذ کتب خانہ میں پڑا ہوا ملا ہے۔

مہرالنساء کا رنگ خط پڑھتے ہی زرد ہو گیا۔ اور مارے غصہ کے کریمن کو کہتی ہے۔ کہ ایسا ہرگز کرنا تجھکو واجب نہ تھا۔ اگر میرا شوہر ابھی سن پایا تو مجھے زندہ ہی درگور کردیگا۔

کریمن ۔ بیوی چپ رہو۔ اس بیچاری کو کیا قصور ہے۔ مگر غلام شہریار ہے۔ حکم بجا لانا میرا فرض ہے۔

مہرالنساء ۔ خبردار ۔ دوبارہ ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالنا۔ جو میری قسمت میں لکھا ہے ۔ وہ پیش آیا۔

کریموں ۔ کبھی تو دوشالا پر ترجیح دیتی ہو۔

مہر النساء ۔ ٹھیک ۔ شال زربفت مبارک تمہیں دولتمندو ہمکو کمل میں دوشالہ کا مزہ ملتا ہے

کریموں ۔ تو جہانگیر میری طرف سے پاؤں میں رہیگا۔

مہر النساء ۔ ہاں پاؤں ہی مطلب ہے

کریموں ۔ دل تو نہیں چھوڑتے ۔ تو میں چھوڑ دونگی۔

علی قلی خان ۔ کیوں خیریت ہے۔

مہر النساء ۔ اللہ خیر رکھے۔

علی قلی خان ۔ تم اسوقت غصہ میں بھری بیٹھی ہو۔

مہر النساء ۔ کچھ نہیں تو

علی قلی خان ۔ کریموں کھانے پکانے میں لاثانی ہے ۔ آج اس سے کھانا پکوایا جاوے

کریموں ۔ سر آنکھوں سے پکاؤنگی ۔ ایک گھنٹہ میں انواع اقسام کھانے بنا بھیجونگا۔

کریموں کھانے پکانے میں مصروف ہوئی تو اس نے پلاؤ میں کوئی زہریلی چیز ڈالدی ۔ مہری لونڈی نے دیکھکر اسکی خبر مہر النساء کو کردی ۔

جب کھانا تیار ہو کر دسترخوان چنا گیا ۔ تو مہر النساء نے علی قلی خان کو کھانا سے منع کیا ۔ اور کریموں کو کہا کہ پہلے وہ کھاوے ۔ جب اس نے روزہ کا بہانا کیا ۔ تو پلاؤ کا رکاب کتے کے آگے رکھ دیا گیا کتے نے ذرا کھانا شروع کیا ۔ اور کوئی ایک گھنٹہ کے بعد تڑپ کر مر گیا ۔

علی قلی خان ۔ غصہ کے مارے لال پیلے ہو کر تو تو کشتنی اور گردن زدنی ہے ۔

کریموں ۔ رحم کرو

مہر النساء ۔ اس کا قصور نہیں کسی دشمن کی سکھلائی ہوئی ہے ۔ قتل سے کیا فائدہ ۔ ناک کان کاٹکر شہر بدر کردو ۔ سزا عبرتناک ہے

علی قلی خان۔ فوراً اُسکے ناک کان کاٹ کر عدالت سے باہر کر دیا۔

باب چہاردہم

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۴۶ء کا دن ہے۔ دو بجے شام کے ۴ بج چکے ہیں۔ کہ مرزا محمود اور جہانگیر اسی حجرہ میں بیٹھے ہوئے کچھ گفتگو کر رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ یار وہ وعدہ کا عرصہ ہو چکا۔ ابھی تک الف سے کچھ کام بھی سرانجام نہیں دیا۔ خدا خیر کرے۔

اتنے میں ایک چوبدار آتا ہے۔

چوبدار۔ حضور ایک سوار باہر کھڑا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے۔

جہانگیر۔ کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔ دریافت کرو۔

چوبدار۔ میاں سوار کہاں سے آئے ہو۔ اور کس نے بھیجا ہے۔ اور کیا کام ہے۔

سوار۔ صاحب عالم سے عرض کر دو۔ کہ راجہ نرسنگھ دیو بندیلکھنڈی نے بھیجا ہے۔ اور بندیلکھنڈ سے آیا ہوں۔ جو کام ہے۔ وہ خود حاضر ہو کے عرض کرونگا۔

چوبدار نے آکر عرض کیا۔ کہ راجہ نرسنگھ دیو بندیلکھنڈی کا سوار ہے۔ وہ کہتا ہے جو کچھ مطلب ہے۔ وہ خود عرض کریگا۔

جہانگیر۔ اسکو جلدی اندر آنے دو۔

سوار۔ تعظیم و تسلیم بجا لا کر ایک چٹھی اور بکس سربمہر پیش کر کے کہتا ہے۔ کہ میں راجہ نرسنگھ دیو بندیلکھنڈی کا سوار ہوں۔ انہوں نے یہ بکس اور چٹھی بھیجا ہے اور عرض کی ہے۔ کہ صاحب عالم اسکو خود ہی تخلیہ اور تنہائی میں کھولکر ملاحظہ فرمائیں اور تاکید کی گئی ہے۔ کہ اس بکس اور چٹھی کو حضور کے ہاتھ دوں۔

مرزا محمود۔ اس میں کونسے لال بدخشاں یا سرخاب ہے۔

جہانگیر۔ سوار سے۔ اچھا تم جاؤ۔ مرزا جی تم کھولو۔

مرزا محمود۔ کیا کنجی یہ ہے۔

جہانگیر۔ خدا جانے کیا ہے۔

مرزا محمود۔ ارے یہ تو کوئی عجوبہ چیز معلوم ہوتی ہے۔

جہانگیر۔ کھول تو لو پہلے ہی باتیں نہ بناؤ۔

مرزا محمود۔ یہ بکس تو توڑے بغیر نہیں کھلے گا۔ کیونکہ اسکا ڈھکنا احتیاط سے بند ہوا ہوا ہے۔

جہانگیر۔ ابھی بلا سے توڑ ڈالو۔

مرزا محمود۔ خدایا پناہ دے

جہانگیر۔ کیا ہے

مرزا محمود۔ ادھر آ کر۔ دیکھئے بھی ہو کہ نا۔

جہانگیر۔ ہے کیا۔

مرزا محمود۔ تم دیکھو تو سہی۔ ابھی پتہ لگ گیا ہے۔ تم باتیں بنا رہے ہو اور مجھ کو غصہ آ رہا ہے۔

مرزا محمود نے صندوق اٹھا کر کہا کہ یہ دیکھئے یہ ہے۔

جہانگیر۔ شکر ہے کہ آج میری قسم پوری ہوئی

مرزا محمود۔ مرزا محمود۔ آہا۔ آہا۔ تو ابو الفضل کا سر ہے

جہانگیر۔ نرسنگہ دیو کا خط تو پڑھو۔

مرزا محمود۔ دوستو آج یہ نئی سال الاول سنہ ۱۰۱۱ھ کا وقت قبل از دوپہر صاحب عالم کے لئے مبارک ہو جو وقت کہ میں ابو الفضل آپ کے دشمن کا سر کاٹ کر اور بکس میں بند کر کے حضور کو بھیجتا ہوں۔ اس تحفہ کو بڑی احتیاط سے رکھنا۔ اور بس۔ غلام نرسنگہ دیو

جہانگیر۔ شاباش مردانگی ہو تو ایسی ہو۔

باب پانزدہم

بہا است خدمت آنکس کہ تشنہ تدعی خدمت
کمن اتفاقات خود ضایع کہ نہ مسعدا محمدت

جمعدار۔ ایک عورت جو میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے اور ناک کان ندارد ہے۔ در دولت پر کھڑی ہے۔ اور کہتی ہے کہ مرزا محمود اور صاحب عالم سے کچھ خاص کام ہے۔ ہر چند ٹالا۔ مگر نہیں ٹلی۔ بار بار اندر آنے کا ہی اصرار کر رہی ہے۔

مرزا محمود۔ صاحب عالم کیا ارشاد ہے۔

جہانگیر۔ اندر بلا لو۔ دیکھیں تو سہی کہ کون ہے اور کس غرض سے آئی ہے

کریموں۔ آداب بجا لاتی ہوں۔

جہانگیر۔ یہ کون بلا ہے

مرزا محمود۔ سوپ نکا کی بہن ہے۔

جہانگیر۔ نہیں کوکوئی شکل کا بن باس دکھتا ہے۔

مرزا محمود۔ تو کان بال بھی ندارد ہیں۔

جہانگیر۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہماری جان پہچان والیوں میں سے کوئی ہے۔

کریموں۔ مرزا جی کیا۔ آپ کو ضعف بصارت کا مرض نہیں ہو گیا۔ جو اسقدر پیش بین لگا رکھی ہے۔

مرزا محمود۔ کیا یہ کریموں تو نہیں۔

کریموں۔ میں وہی بندی حضور کی ہوں۔

مرزا محمود۔ بی بی صاحبہ۔ یہ کیا روپ رچا ہے۔ ناک کان کسے دے آئی ہو۔ اور میرے سر کے بال کیا ہوئے۔

کریموں۔ سب حضور کے سر پر تصدق ہوئے۔

جہانگیر۔ کیا علی قلی خان نے یہ درگت بنائی ہے

کریموں۔ وہ تو جان سے مارنے کو مستعد تھا۔ مگر مہرالنسا نے اسقدر سزا مکتفی ہونے کی سفارش کی۔

جہانگیر۔ غضب ہے۔ اور علی قلی خان عورت ذات پر حملہ کرنا جوانمرد سپاہی کا فعل نہیں تھا۔ بلکہ مخنثوں کا۔ خیر داد تو بھی ششدر کا جواب ہے میں اسکیل منہار

تمہارے ہی خون کا پیاسا ہوں۔

اب ضبط ہو نہیں سکتا رہا۔ کہ تم میری معشوقہ کے ساتھ رہ کر حظ زندگی اٹھاؤ اور میں جل کر کباب ہوں۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

مرزا محمود۔ غضب ہوا اندھیر ہوا

کریموں۔ علی قلی خان کی حیات میں مہرالنساء کسی صورت سے قابو نہیں آسکتی

جہانگیر۔ درست بالکل درست ہے۔ وہی تو منبع فساد ہے۔ اچھا دیکھنا کہاں تک جا سکتا ہے۔

مرزا محمود۔ حضور جہنم میں۔

جہانگیر۔ واقعی جہنم میں ہی جائیگا۔

کریموں۔ حضور کی خدمت گذاری میں دین و دنیا کی نہ رہی۔

جہانگیر۔ تم نے کوئی سخت بے اعتدالی کی ہوگی۔ پہلے تو تمہارے ناک کان نہیں کٹے تھے پھر اچھا میرا کیا قصور۔

کریموں۔ حضور کے کام میں کٹوائے۔

جہانگیر۔ کیا کونسا کام سر انجام دیا۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔

کریموں۔ حتی المقدور میں نے کوئی کوتاہی کی

جہانگیر۔ تمہیں گذارہ مقرر ہو جاویگا۔

کریموں۔ واہ خدمت کا ثمرہ خوب دیا۔ کیا یہ محنت کی داد دی ہے۔ ہائے دل شکنی

بہ امید خدمت آنکس کہ نشستہ بد حق خدمت
مکن از ذات خود ضائع کہ نہ مروت نہ عزت

مرزا محمود۔ دفع دفع ہو۔

کریموں۔ کیا ہے کچھ نقصان آپکی خدمت میں نہیں اٹھایا۔

مرزا محمود۔ حماقت کیوں نہیں کی تھی۔ بڑی چالاک بنی پھرتی تھی

کریمن ۔ اچھا سلام

جہانگیر ۔ اس طرح پر وہ ہمارا منسوب تھا ۔

مرزا محمود ۔ میری رائے ناقص میں یہ ناراض ہو گئی ہے تو شاید نام

کہے گی ۔ اسکا دھمکانا ہی غیر مناسب ہے ۔

جہانگیر ۔ پھر کیا صلاح ہے ۔

مرزا محمود ۔ ابھی بالکل ہی کام تمام کرتا ہوں ۔

اسے بلا کر یہاں سے پرے کیجیوں ۔ خدا ایسا بات بن جانا ۔ مرزا اسے گھر لے

لیجاکر تلوار سے ایک ہی وار سے بیچاری کریمن کو ملک عدم میں پہنچا دیا ۔

باب ششم

اکبر ۔ شیخی ۔ ٹوڈرمل ۔ خان اعظم ۔ وغیرہ وغیرہ ارکین وسایہ گوہر آثار میں بیٹھے

ہیں ۔ اور انتظام ملکی کے معاملہ پر کچھ گفتگو ہو رہی ہے ۔

چوبدار ۔ ایک سوار جو بہت دور سے آیا ہے اور اندر آنے کی درخواست

کرتا ہے ۔

اکبر ۔ آنے دو ۔

سوار ۔ آداب بجالا کر ۔ قبلۂ عالم نہایت افسوس سے اطلاع

دیتا ہوں کہ شیخ ابوالفضل راجہ نرسنگھ دیو بندیلکھنڈی کے ہاتھ سے قتل ہو گئے

اکبر ۔ کیا میرے دوست نے قضا کی ۔ اے شوم قدم منحوس قاصد ایسا

کہو کہ میرے دوست نے قضا کی ۔

جمعدار ۔ نرسنگھ دیو دس ہزار راجپوت جوانوں کی جمعیت سے حملہ آور ہوا

یہ حضرت چھ آدمیوں کے ہمراہ آ رہا تھا ۔ کہ قصبہ انتری اور سرائے کے درمیان

گوالیار کے پاس ہے قتل کر دیا گیا ۔

اکبر نے رو دیا ۔ اور دستار اتار کر دربار میں پھینک دیا ۔ اور کہا او

تمہارے ہی خون کا پیاسا ہوں۔

اُف! تاب ضبط ہونے سے رہا۔ کہ تو میری معشوقہ کے ساتھ رہ کر حظ زندگی اٹھاوے اور میں جل کباب جلوں۔

پڑا فلک کا کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

مرزا محمود۔ غضب ہوا اندھیر ہوا۔

کریموں۔ ظل الٰہی غازان کی حیات میں مہر النساء کسی صورت سے قابو نہیں آسکتی

جہانگیر۔ درست بالکل درست ہے۔ یہی تو مخ فساد ہے۔ اچھا دیکھنا کہاں بچکر جا سکتا ہے۔

مرزا محمود۔ حضور جہنم میں۔

جہانگیر۔ واقعی جہنم میں ہی جائیگا۔

کریموں۔ حضور کی خدمت گذاری میں دین و دنیا کی نہ رہی۔

جہانگیر۔ تم نے کوئی سخت بے اعتدالی کی ہوگی۔ میں نے تو تمہارے ناک کان نہیں کٹوائے پھر الٹے میرا کیا قصور۔

کریموں۔ حضور کے کام میں کٹوائے۔

جہانگیر۔ کیا؟ کونسا کام سرانجام دیا۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔

کریموں۔ حتی المقدور میں نے کونسی کوتاہی کی

جہانگیر۔ تجھے انعام مقرر ہو جاویگا۔

کریموں۔ واہ خدمت کا ثمرہ خوب دیا۔ کیا یہ محنت کی داد دی ہے۔ ہائے دل شکنی

برائے خدمت آنکس کہ نشناسد حق خدمت
بکن اوقات خود ضائع کہ نہ مروت نہ عورت

مرزا محمود۔ دفعہ دفعہ ہو۔

کریموں۔ کیا میں نے کچھ نقصان آپکی خدمت میں نہیں اٹھایا۔

مرزا محمود۔ حماقت کیوں نہیں کی تھی۔ بڑی چالاک بنی پھرتی تھی

کرمیں - اچھا سلام -

جہانگیر - اس طرح پر دھمکانا مناسب نہ تھا -

مرزا محمود - میری راست تا قص میں یہ نادانش ہوگئی ہے کہ سب نام
کٹ گئی - اس کا دوبارہ کرنا ہی بہتر مناسب ہے -

جہانگیر - پھر کیا علاج ہے -

مرزا محمود - ابھی بلا کر سلام تمام کرتا ہوں -

اسے بلوا کر یہاں سے لو کہیوں - خدا ایک بات تم نہ جانا - مرزا اسکے کمرے میں
لیجا کر تلوار سے ایک ہی وار سے بیچاری کرمیوں کو ملک عدم میں پہنچا دیا -

باب ششم

اکبر - شیخ - ٹوڈرمل - خان اعظم وغیرہ وغیرہ ارکین دربار گوہر آثار میں بیٹھے ہوئے
ہیں - اور انتظام ملک کے معاملہ پر کچھ گفتگو ہو رہی ہے -

چوبدار - ایک سوار بیرون در حاضر ہے - اور اندر آنے کی درخواست
کرتا ہے -

اکبر - آنے دو -

سوار - آداب بجا لاکر - قبلہ عالم نہایت افسوس سے اور الم سے اطلاع
دیتا ہوں کہ شیخ ابو الفضل راجہ نرسنگھ دیو بندیلکھنڈی کے ہاتھ سے قتل ہوگئے ہیں -

اکبر - کیا میرے دوست نے قضا کی - اے شوم قدم منحوس قاصد الیاست
کہو کہ میرے دوست نے قضا کی -

چوبدار - نرسنگھ دیو دس ہزار راجپوت جوانوں کی جمعیت سے حملہ آور ہوا -
یہ صرف چھ آدمیوں کے ہمراہ آ رہا تھا - کہ قصبہ انتری اور سرائے کے درمیان
گوالیار کے پاس مارے قتل کر دیا گیا -

اکبر نے رو دیا - اور عمامہ سر سے اتار کر دربار میں پھینک دیا - اور کہا ادھر عقد

ہوگیا۔ ستم ہوگیا۔ ہائے ہائے آج سلطنت کا چراغ گل ہوگیا۔ اور میرا قوی بازو ٹوٹ گیا۔

اے خان اعظم مانند پتنگ نیز پیدا ہو کے جاؤ۔ اور اسکے قاتل کو مع عیال اطفال کے قتل کرو۔ اور اسکے ملک کو ایسا ویران سنسان اور جنگل بیابان بناؤ کہ الو بول اٹھیں۔ خبردار میرے حکم میں ذرا بھی فروگذاشت نہ رہے۔

باب ہفتم

جہانگیر۔ سنتے ہیں بادشاہ عالم پناہ کی طبع مبارک کچھ علیل ہے۔

مرزا محمود۔ میں تو دعا مانگتا ہوں۔ کہ جلد عالم بالا کو سدھاریں۔

جہانگیر۔ کیا بیہودہ بکتے ہو۔ خاموش دیوار ہم گوش دارد۔

مرزا محمود۔ بظاہر تو یہی کہنا مناسب ہے۔ مگر دل تو یہی دعا کرتا ہے۔ کہ کب وہ مبارک دن نصیب ہوگا۔ جب ہندوستان کا بادشاہ ہونگا۔

جہانگیر۔ کیا خبر کہ پہلے ہمکو ہی قضا آجاوے۔

مرزا محمود۔ قضا آوے آپکے دشمنوں کو۔

جہانگیر۔ اچھا چپ رہو۔

مرزا محمود۔ بھلا سچ کہو کہ جب بادشاہ ہو جاؤ گے۔ ہمکو کیا بناؤ گے۔

جہانگیر۔ ہمدم یار۔

قاصد۔ جہاں پناہ کے اعدا کی طبیعت ناساز ہے۔ حضور ممدوح نے فرمایا ہے۔ کہ شاہزادہ صاحب کو خبر دو۔ کہ وہ خط دیکھتے ہی سب کاروبار چھوڑ کر دیدار کرے۔ آخری

جہانگیر۔ (چھوٹ پھوٹ کر رو کر) ہائے قبلۂ عالم۔ اسقدر ہو گئے ہیں۔ قاصد تیری قسم سچ کہو۔ کہیں میرے بلانے کا تو بہانہ نہیں۔

قاصد۔ نہیں حضور۔ ٹھیک بیمار ہیں۔ اسلیئے حضور کو یاد فرمایا ہے۔

جہانگیر۔ مرزا محمود جلدی سواری منگواؤ کہ چلیں۔

مرزا محمود نے داروغہ اصطبل کو حکم دیا کہ جلد سواری شاہی حاضر کرے۔

داروغہ نے سواریاں لاکر پیش کیں۔ شہزادہ اور مرزا محمود دہلی کو روانہ ہوئے

اکبر۔ شاہزادہ صاحب اب ہماری زندگی کے دن پورے ہو گئے۔

جہانگیر۔ ایسا کیوں فرماتے ہیں۔ خدا حضور کا سایہ دائمی ہم پر رکھے۔ علاج معالجہ سے ابھی آرام ہو جاوے گا۔ دنیا بامید قائم۔

اکبر۔ (درباریوں کی طرف مخاطب ہو کر) جو کچھ میں نے تمہارا قصور کیا ہے تم نے معاف کرنا۔ پھر جہانگیر کی طرف اشارہ کر کے تم سب ملکر رہنا۔

جہانگیر اکبر کے پیروں پر گر پڑا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

اکبر نے جہانگیر کو چھاتی سے لگایا۔ اور کہا کہ میرے پرانے دوستوں کی تو اپنے دربار میں وہی عزت قائم رکھنا۔ جو میرے آگے ہے اور حرم میں تمام بیگموں کی وہ تنخواہیں جاری رہیں جو میرے سامنے ہیں پھر کلمہ پڑھا۔

جب ۱۳ اکتوبر ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ صبح کو کلمہ پڑھ چکا۔ تو آناً فاناً اس کا روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ کیا میں نے کہ جان بحق تسلیم ہوا۔

باب ہشتم

جہانگیر تخت دہلی کو زیب دیکر شہنشاہ لقب اختیار کیا ہوا ہے۔ اور اکبر بہشت بریں میں براجمان ہے۔ مہرالنساء ایک لڑکی کی ماں بن چکی ہے اور اس کا خاوند علی قلی خان دہلی میں مقیم ہے۔ جہانگیر کے دل میں مہرالنساء کا عشق بدستور سابق مشتعل ہے۔

جہانگیر۔ (مرزا محمود سے) یار مرزا موقعہ ہے۔ دشمن گھر میں ہی موجود ہے۔

مرزا محمود۔ زندہ نہ چھوڑا جائے۔

جہانگیر۔ بردوان سے علی قلی خان کو اسی مطلب کے لئے تو بلایا گیا ہے۔

مرزا محمود۔ اور قطب الدین کو کہو۔ کہ کیوں یاد فرمایا ہے۔

جہانگیر۔ علی قلی خان کی سرکوبی کے واسطے

مرزا محمود۔ کیا میں اس مہم کے ناقابل خیال کیا گیا ہوں۔

جہانگیر۔ حضرت من۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ اس مہم کے کمانڈر انچیف تم دونوں ہی ہو۔

قطب الدین۔ جاں نثار ہر خدمت کے لئے حاضر ہے۔

جہانگیر۔ تم دونوں موتی باغ میں مسلح ہو کر دبکے چھپے اور رک جاؤ۔ تاکہ ہتھیار دکھائی نہ دیں۔ وہاں تم کو ایک سفید ریش معمر دو شاہی غلاموں کے دکھائی دے گا۔ تم چپ چاپ اسے ساتھ لیکر علی قلی خان کی جائے رہائش پر چلے جانا پہلے تو چکنی چپڑی باتوں سے اسبات پر مجبور کرنا کہ وہ مہرالنسا کو طلاق دے دے۔ مان جاوے تو بہتر۔ ورنہ قتل کر دو۔ خبردار ہونے کی ذرا بھی مہلت نہ دینا۔ کیونکہ وہ زمانہ شخص ہے۔

مرزا قطب الدین۔ کوئی شک نہیں۔ وہ شجاعت میں لاثانی ہے مست ہاتھی کو کسطرح اس نے مار دیا تھا۔

جہانگیر۔ اسی واسطے تو میں نے اسکو دربار عام میں شیر افگن کا خطاب دیا تھا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں۔ وہ ہماری سلطنت کا زیور ہے۔ البتہ کچھ رنج ہے تو یہ ہے کہ وہ میرا حریف ہے۔

شیر افگن۔ جناب کی تعریف بے ادبی معاف۔ کیونکہ جناب سے کبھی پہلے نیاز حاصل نہیں ہوا۔

مرزا محمود۔ یہ بھی بادشاہوں کے خیرخواہوں میں سے ہیں۔

قطب الدین۔ ایک خاص مطلب کیلئے تکلیف دینے آیا ہوں۔

شیر افگن۔ شوق سے فرمائیے۔

قطب الدین۔ اگر آپ بادشاہ سلامت کیطرف ذرا سی تکلیف اٹھا دیں۔ تو باعث مشکوری ہوگا۔

شیر افگن۔ اگر میری جان بھی بادشاہ کے کام آوے تو عین سعادت ہے۔

قطب الدین۔ سچے دل سے وعدہ کرتے ہو کہ تم کو جان بادشاہ سے عزیز نہیں۔

شیر افگن۔ جان مال دونوں۔

قطب الدین - آفرین، صد آفرین - تو سنو یقین ہے بادشاہ مہرالنساء پر شیدا اور اسکا عاشق ہے - یہ آتش عشق ایسی بھڑک گئی ہے کہ بجھ نہیں سکتی -

شیر افگن - (حیران ہو کر) پھر کیا کیا جاوے -

قطب الدین - مہر النساء کو طلاق دیجیئے -

شیر افگن - یہ شریفانہ گفتگو نہیں -

قطب الدین - خفگی کی کوئی بات نہیں - بادشاہ کی خوشنودی اسی میں ہے کہ آپ اسکو طلاق دیدیویں -

شیر افگن - ایسا ہونا ناممکن ہے -

قطب الدین - پھر آپ کی زندگی میں کلام ہے -

شیر افگن - میں نہیں چاہتا کہ بغیر مہر النساء کے زندہ رہوں -

قطب الدین - حماقت چہ معنی دارد - ایک عورت کے لیئے جان دینا جوان مرد بہادروں کا کام نہیں

شیر افگن - اجی بجا کہا - مگر بادشاہ کی مجال کیا - جو مہر النساء کی جانب میرے جیتے جی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے -

مرزا محمود - ہم سمجھ گئے کہ آپکی زندگی کے دن اب ختم ہو گئے -

شیر افگن - نہ حریف میری زندگی کے دن پورے ہو گئے - بلکہ مہر النساء کے دن پورے ہو گئے - اور تمہارے بھی ہو گئے - لو میں مہر النساء کو ہمیشہ کیلئے قبر میں سلاتا ہوں - اٹھا اور شمشیر اصفہانی کا ایک ہاتھ ایسا قطب الدین کی گردن پر ایسا مارا - کہ سر تن سے جدا ہو کر کوئی بیس قدم کے فاصلہ پر جا پڑا - پھر کمینوں کی طرح نا شائستہ الفاظ بکتا ہوا اصطبل میں گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا - کہ مہر النساء کو قتل کرکے خود کشی کر لوں -

یہ دیکھتے ہی پیر مرد نے مصنوعی وردی اتار کر پھینک دی - اور چلا کر کہا کہ مرزا جلد اس موذی کا کام تمام کرو - ایسا نہ ہو - کہ مہر النساء پر خفا ہو کر صاف کر دے مرزا محمود حیران پریشان ہو گیا - کہ بادشاہ سلامت ہی خود اس بھیس میں تشریف لائے ہوئے ہیں -

مرزا محمود نے غلاموں کو ساتھ لیکر شیر افگن کو راستہ ہی میں گھیر لیا۔ مگر شیر افگن نے وہی تلوار مرزا محمود کے سر پر ایسی پھرتی سے ماری کہ وہ ٹکڑے ہوتے صدیوں کے مردوں میں شامل ہو گیا۔

مہر النساء نے خاوند کو شمشیر بکف آتے دیکھ مارے خوف کے دروازہ بند کر دیا۔ شیر افگن نے ہر چند مہر النساء مہر النساء کہہ کر دروازہ کھلوانے کی محنت کی۔ مگر نہ کھولا گیا۔ پھر دروازہ توڑنے کی کوشش کی۔ وہ کوشش ناکام رہی۔ اتنے میں شاہی غلاموں نے پھر پکڑ کر اس تن تنہا کی بوٹی بوٹی کر دی۔ تاہم ننگ و ناموس کے دیوان میں نام اسکا دفتروں میں لکھا گیا۔ اس بے گناہ کے لئے ہزاروں جرموں کے برابر ایک جرم تھا کہ جہانگیر کا رقیب تھا۔ اب کوکہ کو قتل کرکے سلطنت کا بھی گنہگار ہو گیا۔ سب گھر ضبط ہو کر دربار کو روانہ ہوا۔

باب نوزدہم

بی بی۔ رب نصیب مبارک

مہر النساء۔ ستیوں کو ستانا کیا معنی۔ بیوہ بیکس کو کیسے مبارکباد دیتی ہو۔

بی بی۔ جہاں پناہ نے فرمایا ہے۔ کہ حضور ممدوح کی زوجیت قبول کرو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مبارکباد کا مژدہ سننا چاہتی ہو۔

بریں مژدہ گر جان فشانم رواست

مہر النساء (آنکھوں میں آنسو بھر کر) میری طرف سے جہاں پناہ کے حضور میں عرض کرو۔ کہ جو کچھ مجھ بدنصیب کی تقدیر میں لکھا تھا۔ وہ ہو گیا۔ اب رحم فرما کر مرحوم کی روح کو صدمہ نہ پہنچائیے۔ میرے لئے تو شیر افگن کے بعد دوسرے کا منہ دیکھنا ننگ و ناموس کا ستیاناس کرنا ہے۔

بی بی۔ کیا بادشاہ کو اپنے خاوند کا رقیب سمجھتی ہو۔ مصلحت یہ ہے۔ کہ بادشاہ کا کہنا مان لو۔

مہر النساء۔ ہرگز نہیں۔ وہ میرے پیارے خاوند کا قاتل ہے

بی بی۔ خون کس لیے ہوئے۔ نظر التفات سے کہو۔

مہرالنساء۔ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے۔

بی بی۔ کیوں انصاف کا خون کرتی ہو۔ شہزادہ نے جو کیا تمہارے عشق میں مجنوں ہو کر کیا۔

مہرالنساء۔ بیگانی عورتوں کو نظر بد سے دیکھنا کیا اصول بادشاہی ہے۔

بی بی۔ حالت عشق میں سب کچھ روا ہے۔

مہرالنساء۔ گو تمہارا بادشاہ ہے۔ مگر میرے خاوند کا قاتل ہے۔

بی بی۔ مگر پہل تمہارے ہی خاوند کیطرف ہوئی۔

مہرالنساء۔ قطب الدین کوکہ کو قتل کیا۔ پھر مرزا محمود کی جان لیکر انصاف کیا۔

مہرالنساء۔ اشتعال میں جو قتل کیا جاوے وہ جرم نہیں ہوتا۔

بی بی۔ بادشاہ نے بھی جو قتل کیا۔ جوش عشق میں کیا۔

مہرالنساء۔ بوا مجھے جس وقت شیر افگن کا خیال آتا ہے۔ کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے

بی بی۔ بادشاہ بے قصور ہے۔

مہرالنساء۔ اس ذکر کو جانے دو۔

بی بی۔ شرعاً دوسرا نکاح جائز ہے۔

مہرالنساء۔ جو اوصاف شیر افگن میں تھے۔ وہ تو کسی میں نہیں ہو سکتی۔

بی بی۔ حسن میں دولت میں۔ حکومت میں کیا شیر افگن بادشاہ کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

چشم بد دور علاوہ اوصاف موصوفہ بالا کے ہمارا بادشاہ بہادری میں تمہارے خاوند سے کسی حالت میں کم نہیں۔ مزید براں عشق میں ثابت قدم اور ارادہ کا پکا ہے۔

مہرالنساء۔ طبیعت سخت پریشان ہو رہی ہے۔ اس ذکر کو جانے دو۔

بی بی۔ مجھے کوئی امید رکھنی چاہیئے کہ نا۔

مہرالنساء۔ ہرگز نہیں مطلق نہیں۔

بی بی۔ ابھی تو خون سے سیر نہیں ہوئی۔ ایک اور خون کرنا چاہتی ہو۔
جہانگیر۔ والدہ مکرمہ سے۔ مہرالنساء کے کوئی امید نکاح میں آنیکی نہیں۔ اب کیا کیا جاوے۔
والدہ جہانگیر۔ ابھی تازہ چوٹ ہے۔ اسوقت زخموں پر نمک چھڑکنا واجب ہے۔ ذرا ان زخموں کو مندمل ہونے دو۔
جہانگیر۔ یہ کیا کیا جاوے
والدہ۔ اسکو میری مصاحبت میں داخل کر دو۔ پھر میں اسکو راہ راست پر لے آونگی۔
جہانگیر۔ کسی لونڈی کو بھیجکر بلا لو۔
ایک لونڈی مہرالنساء کے پاس جاتی ہے۔ اور عرض کرتی ہے۔ کہ اے بیگم صاحبہ آپکو بڑے شہنشاہ کی بیگم نے یاد کیا ہے۔
مہرالنساء۔ زہے قسمت۔ مگر بوا ذرا بتلا دو تو سہی۔ کہ کیونکر اس خاکسار کو یاد کیا ہے۔
لونڈی۔ میرے خیال میں وہ آپکو اپنی مصاحبت میں رکھنا چاہتی ہیں۔
مہرالنساء۔ میری زہے قسمت ہے۔ کہ آپ نے یہ خوشخبری مجھہ کو دی۔ مگر بوا میں اس خدمت کے قابل اپنے آپ کو نہیں سمجھتی۔
لونڈی۔ خدا کے فضل سے با سلیقہ ہو۔ اور صوبہ دار مرحوم کی اہلیہ ہو۔ اور حسن و جمال میں یکتا ہو۔
مہرالنساء۔ خدا صوبہ دار صاحب کو بہشت نصیب کرے۔ انکی جدائی نے تو میرا یہ حال کر رکھا ہے۔ وہ ہی غم والم رات دن ستاتا ہے۔
لونڈی۔ بوا خدا کی مرضی پر شاکر رہو۔ مرنیوالا پھر نہیں آسکتا۔ دیکھو بڑے شہنشاہ کی بیگم بھی ماندہ ہیں۔ اب صوبہ دار صاحب تا قیامت تجھہ کو ملنے کے نہیں غم والم بے سود ہے۔ مرنیوالے روح کے لیئے جیسے ہو سکے دعا خیر پڑھا کرو۔
مہرالنساء۔ یہ کہکر کہ "ہر چہ مرضی مولی از ہمہ اولی" شہنشاہ بیگم کیخدمت میں حاضر ہوئی۔ اور معمولی کار مصاحبت کرنے لگی۔

جہانگیر نے جب دیکھا کہ مہر النساء اب پسیج گئی - تو جہانگیر جب اس کے محل میں آتا تھا - تو خاطر تواضع کی خدمت میں اس کو مقرر کر دیا کرتی تھی - اور جہانگیر اسکے ناز و ادا دیکھ کر بوقت کبوتر بن جایا کرتا تھا - اور اسی دھن میں رہتا تھا کہ جلد کوئی ایسا وقت آوے - کہ نکاح ہو جاوے

جہانگیر - اے والدہ مکرمہ کب تک انتظار میں رہونگا -

والدہ - امید ہے کہ ایک دو روز میں ہی کام ہو جاوے گا -

جہانگیر - کیسے امید ہو سکتی ہے -

والدہ - ایک لونڈی سے - مہر النساء کو حاضر کرو -

مہر النساء - کیا حکم ہے -

والدہ - تمہاری جوانی پر مجھ کو ترس آتا ہے - میں تمہارا بیوہ پن نہیں دیکھ سکتی ہوں - اور شرعاً دوسرا نکاح جائز ہے -

مہر النساء - شرم کے مارے سر جھکا کر پھر کیا فرمان ہے

والدہ - ہمارا ارشاد یہ ہے - کہ تم شہنشاہ جہانگیر کی زوجیت قبول کرو - اور شہنشاہ بیگم ہند بننے کا فخر حاصل کرو -

مہر النساء - حضور کی زبان مبارک ہوے - میں حضور کی زبان کی سرتابی ہرگز ہرگز نہیں کرنے کی - بلکہ تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں -

والدہ جہانگیر - تو کل ہی نکاح ہو جانا چاہیئے -

مہر النساء - جو کچھ حضور کی مرضی ہے - وہ میری مرضی ہے -

الغرض دوسرے روز حسب معمول نکاح کی رسم ادا کی گئی اور مہر النساء سے نور محل نام رکھا گیا - اسکا مفصل ذکر مع شرایطہ حق مہر دوسرے حصہ میں نذر ناظرین کیا جاوے گا -

باب بستم

جب مہر النساء نور محل بنکر نور الدین جہانگیر شہنشاہ ہند کے پہلو میں بیٹھ گئی

تو بادشاہ ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہنے لگے۔ نور محل نے اس موقعہ کو غنیمت جانکر نورجہاں کا خطاب پایا۔ ابھی خطاب حاصل کئے کوئی دو چار روز ہی گذرے تھے۔ کہ نورجہاں نے بادشاہ کو طریق نفرت سے کہا۔ کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے بادشاہ خاموش ہو گئے۔

پھر مہارانی راجپوتانہ سے جو عصمت اور دانش میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ متوجہ ہوئے۔ تو اس نے بڑی الطافت کی نظر سے دیکھا۔ تو بادشاہ نے غصہ سے کہا کہ تو بے تمیز ہے جسکو بو دہن نہ آئی۔ باتمیز ہے وہ ہے۔ جسکو بو دہن آگئی۔ اس گفتگو کا نقشہ نظم میں کھینچا گیا ہے۔ وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

تھے نورالدین جہانگیر اے عزیز
اک شب عشرت میں آئے حق شناس
گرم بازار سرود و شور تھا
یوں کہا بیگم نے اے شاہ جہاں
منہکے بولا وہ شہ عالی تبار
عرض کی بیگم نے اے شاہ زماں
شاہ کو یہ سن سکے نہ آیا کچھ ملال
عقل و دانش کی نہیں کچھ تجھ میں بو
میرے منہ میں بوئے بد ہے بیگماں
عرض کی بیگم نے اے عالی جناب
بیبے حضرت کے سوا منہ اور کا
جانتی تھی میں یہی ہے گفتگو
اور ردہن ہے سکو اے نور جہاں
جانتی ہے حال سب کا بالیقیں
بادشاہ اس بات سے چپ ہو رہا
ہو عفیفہ جس کسی کے گھر میں زن
جسکی ہو اغوش میں عورت نابکار

بادشاہ با شکوہ و با تمیز
بیٹھے تھے نورجہاں بیگم کے پاس
سردمہری کا بیان کا نور تھا
عرض ہے اک جاں کی گر ہو اماں
کیا تجھے کہنا ہے کہہ اے غمگسار
بو دہاں کی تو ہے کچھ عیاں
پہلی بیگم سے کہا یوں حالی حال
کیوں لگی بو سے دہن کی گفتگو
کہہ چکی ہے مجھ سے بھی خود نورجہاں
بھیجیے ایسا نہ اب مجھ پر عتاب
کب ہے سونگھا ہے مجھے معلوم کیا
ہوتی ہو گی منہ میں سب مرد کے بو
اک شوہر چھوڑ کر آئی جہاں
کسکے منہ میں بو ہے اور کسکے نہیں
پھر نہ اس بیگم سے لایا تذکرا
اسکی یہ خوش قسمتی ہے کیا سخن
دار اسکو دار ہے ممبد ار

پارسا عورت ہیں اپنے ہوشمند | واسطے عورت کے ہیتے ہیں گزند

رانی مراجپوتانہ کی ایک اور نوک جھوک نورجہاں سے

اک شب وہ بادشاہ باصفا | بازی شطرنج میں مشغول تھا
آ گئے پیچھے بیگمیں سب جمع تھیں | شل پروانوں کے گرد شمع تھیں
شمع کافوری بھی روشن تھا وہاں | آ گیا تھا اسپہ گل اے مہربان،
شاہ نے نورجہاں سے یہ کہا | شمع کا لے گل تو اے رنگین ادا
وہاں نہ تھا گلگیر حسب اتفاق | گل کترتی جس سے وہ گردوں رواق
پڑ گیا لائی وہ کہا بادشاہ | توڑ چوڑی شمع کا گل لے لیا
بعد اک لحظے کے یہ گل شمع پر | آ گیا تب شاہ نے اسکو دیکھ کر
پہلی بیگم کو یہ دی پروانگی۔ | لیجئے تو اس شمع کا اے گل ابھی
اسکا گل جو شمع پہ پروانہ تھا | شمع کا گل اس نے انگلی سے لیا
جل کے بس نورجہاں یہ بول اٹھی | بات یہ بھی نہیں ہے عقل کی
یوں کہا بیگم نے دل میں سوچکر | رنڈ جو چوڑی کو توڑے کیا ہے ڈر
اولیں شوہر تمہارا مر گیا | تم چوڑی توڑنے کی قدر کیا
شک نہ لا اسمیں یہ لاریب ہے | توڑنا چوڑی کا ہمکو عیب ہے
پایا جب نورجہاں نے یہ جواب | ہوگئی خاموش کھا کر پیچ و تاب

عاقلوں کی ہے لطیفہ بات بات
ہوتے ہیں آسان جس سے مشکلات

مہرالنساء۔ وہ کیسا۔

بی بی۔ بغیر تمہارے زندہ رہنا ناممکن ہے۔

مہرالنساء۔ کوئی کسی واسطے نہیں مرتا۔

بی بی۔ وہ تو پاگل ہورہا ہے

مہرالنساء۔ بوا جہاں پناہ سے کہدو۔ کہ اس لونڈی کو سرفرازی سے معاف رکھیں۔

باب بست و یکم

جہانگیر کی طبیعت اس خشک جواب سے اچاٹ تو ہو گئی تھی ۔ مگر دنیا بامید قائم کے مقولہ پر ثابت قدم رہا

آخر کچھ دنوں کے بعد مہرالنساء کو اپنی ماں کی مصاحبت کی خدمت میں داخل کیا تھا ۔ کچھ عرصہ یونہی گذرا مگر پرچتے پرچتے آخر یہ ہوا ۔ کہ مہرالنساء سے نور محل اور نور محل سے نور جہاں بیگم بنکر نورالدین جہانگیر کے پہلو میں بیٹھ گئی ۔ بادشاہ سلامت تو شراب کا نام رام رنگی لیکر اس رنگ رلیوں میں لگ گئے اس لئے نور جہاں سے جو کہ حسن تدبیر کے ساتھ سلیقہ میں بھی بے نظیر تھی ۔ تمام سلطنت سنبھال لی ۔ یہانتک کہ بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے ۔ کہ ہم تو دو پیالے شراب اور سیخ کباب پر سلطنت بیگم صاحبہ کے ہاتھ بیچ چکے ہیں جو کہنا ہو اس سے کہو ۔ روپیہ اشرفی پر سکہ لگ گیا ۔

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

مہر کا سجع تھا کہ

نور جہاں گشت بفضل الہٰ
ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ

مرزا غیاث یعنی باپ کو اعتماد الدولہ کا خطاب دیکر وزیر سلطنت کیا اور بھائی کو لقب آصف دے کر دربار کا مالک بنایا ۔ نور جہاں خود جھروکہ میں بیٹھ حکم احکام جاری کرتی تھی ۔ اور تمام منصبدار اپنی اپنی عرض معروض کیا کرتے تھے ۔ بادشاہ کا یہ عالم تھا کہ ایکدم اگر بیگم جدا ہوتی ۔ تو بے چین ہو جاتا تھا ۔ اگر دم کے دم دربار میں بیٹھتے تو پیچھے پردہ پڑ جاتا تھا ۔ بیگم پشت پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی تھیں ۔ شہر اور خلوت میں اس کا جلوہ تھا اور بھی بہت سی رانیاں مہارانیاں تھیں ۔ مگر نور جہاں

نے سب کے چراغ بے چراغ اور بے نور کر دیئے تھے۔ بادشاہ کے کئی بیٹے تھے۔ مگر ایک دوسرے چھوٹا خرم تھا۔ یہی شاہجہان ہو کر بادشاہ ہوا۔ چونکہ یہ شاہزادہ ابتدا ہی سے ہونہار تھا اس لئے آصف جاہ نے دوراندیشی سے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

اور نورجہاں کی بیٹی جو شیرافگن سے تھی۔ اسکی بھی شادی بادشاہ کے چھوٹے بیٹے شہریار سے کر دیا۔ اب نورجہاں کو یہ فکر ہوئی۔ کہ جہانگیر کے بعد کسی طرح تاج شہریاری شہریار کے سر پر رکھا جاوے۔ اسلئے بھائی سے ہی کھٹک گئی۔ اور خرم کی طرف سے بادشاہ کے ایسے کان بھرے کہ اسکا ملک بھی شہریار کو مل گیا۔ یہانتک کہ باپ بیٹے کو لاکھوں کیساتھ لڑ دیا۔ ان لڑائیوں میں بادشاہ کیطرف سے مہابت خان نے خوب جوہر مردانگی دکھلائے تھے۔ چنانچہ اس نے ایسا زور پکڑا کہ نورجہاں اور آصف جاہ دونوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ چونکہ دربار نورجہاں چٹکی میں کاٹ دینا۔ اسلئے وہاں سے اسے سیدھے حکم جاری ہونے شروع ہوئے۔ آخر حکم بھیجا۔ کہ اپنے علاقہ سے چلے آؤ۔ اور حساب کتاب سمجھاؤ۔ ناچار مہابت خان آیا۔ اور ہزار راجپوت بھی لایا۔ جو اسکے نام پر سر کٹوانا سرخروئی زندگی کی سمجھتے تھے۔ بادشاہ کابل جاتے تھے۔ اور دریائے جہلم کے کنارے پڑے تھے۔

جو حاضری کی اطلاع ہوئی۔ حکم ہوا۔ کہ جب تک آصف جاہ کو حساب نہ سمجھاؤ تب تک مجرا موقوف مہابت خان دق ہوا۔ وہ دن تو ٹالا۔ دوسرے دن دیکھا کہ بادشاہ حرم سرا میں معہ چند خواصوں اور خواجہ سراؤں کے رہ گئے ہیں۔ آصف جاہ اور تمام لشکر پار اتر گیا۔ اسوقت پل اور گھاٹ کو روک کر خیموں کے گرد راجپوتوں کو پھیلا دیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر قناتوں کے اندر بارگاہ کے دروازہ پر آن کھڑا ہوا۔ حرم سرا میں غل پڑ گیا۔ بادشاہ گھبرا کر باہر نکل آئے۔ اور کہا کہ مہابت خان کیا کہتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ دشمنوں کے ہاتھ سے جان بچا کر حضور کی پناہ میں آیا ہوں۔ ازاں بعد بیتین دفعتہ مصدق ہوا۔ اور فیل پالکی میں سوار کر کے خود کندہا دیتا ہوا اپنے خیمہ میں لے گیا۔ نذریں

دو اٹیں۔ اور بیٹے تکو تصدق کیا۔ ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ چوک گیا۔ بیگم کو ضرور ساتھ لینا تھا۔ چنانچہ پھر بادشاہ کو سوار کرکے لایا۔ مگر اس عرصہ میں وہ پار اتر گئی۔ ناچار شہریار کو پکڑنے کا خیال کرکے اسکے ڈیرے پر آیا۔ اور وہیں بادشاہ کو روتا پایا۔

ادھر بیگم نے پار جا کر بیبائی کے ساتھ تمام سرداروں کو بہت لعنت ملامت کی۔ اور فوج تیار کی۔ یہاں بادشاہ کو بیگم یاد آئی۔ ہرچند پیام بھیجے۔ کہ خبردار لڑائی کا ڈھنگ نہ ڈالنا مگر وہ باز نہ آئی۔

پہلے روز ایک سردار فوج لیکر ناکام آیا۔ دوسرے روز آپ ہودج میں بیٹھی۔ شہریار کی چھوٹی سی بیٹی کو گود میں اور دونوں خواجہ سراؤں کو آگے پیچھے بٹھا کر سب سے پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا۔ اور فوج پار پہنچا اتر کر میدان گرم کیا۔ بہت ترکش وار کرے۔ آخر ہزاروں آدمی ضائع ہوئے۔ لڑکی گود میں زخمی ہوئی۔ اور بیگم خود اسکا بازو باندھتی ہوئی پار اتر گئی۔

ادھر مہابت خاں سجدہ کر کر بادشاہ کے تصدق ہوتا تھا۔ مگر قید کر لیا تھا اور جو چاہتا تھا۔ سو کرتا تھا۔ دو تین دن کے بعد قول و قسم کرکے بیگم کو لایا۔ لیکن الگ خیمہ میں اتارا اور قید کیا۔ جب آدھی رات بادشاہ سے قتل کا حکم لکھوا لیا صبح ہوتے آشکارا کر دیا۔ اور بیگم کو پیغام سنایا۔ بیگم نے جب حکم سنا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ مگر تیور کے میدان میں ایک قدم نہ چوکی۔ نہایت بے پرواہی سے کہا۔ کہ میرے مالک کی یہی مرضی ہے۔ تو ایسا مرنا مجھے ہزار جینے سے بہتر ہے مگر ایک منتوا ہی کا آخری دیدار دکھا دو۔ مہابت خاں نے بڑی تکرار سے دیا۔ مگر اس شرط سے کہ ملاقات میرے سامنے ہو۔ چنانچہ وہ نورجہاں کہ جس کے پردہ کے سامنے امرا اور وزرا پنج ہزاری ہفت ہزاری غلغلت (?) سے تکر جاتے تھے۔ نظربندی کے خیمہ سے شبہ پالکی میں بیٹھ کر آئی۔ میلے جیسے کپڑے پہنے چہرہ پہ ہوائیاں اڑاتی تھیں۔ ہاتھوں میں سونے کی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنے منہ سے کچھ نہ بولی۔ مگر اس انداز سے سامنے آکر بیٹھی۔ کہ مایوسی اور بے اختیاری کی تصویر سامنے کھینچ دی۔ اسکی صورت سامنے دیکھتے ہی بادشاہ کا جگر پانی پانی ہو گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ غرض مہابت خان

کی منتیں کر کے بادشاہ نے جان بخشی کروائی۔ اور تمام لشکر کابل کو روانہ ہوا۔

باب بست و دوم

اس قید کی رہائی کے بعد نور جہاں اور جہانگیر نے مدت تک عیش و نشاط میں زندگی کاٹی۔ کابل میں پہنچکر نور جہاں نے مہابت خان کی خوب خبر لی۔ کابل بادشاہی سپاہیوں اور راجپوتوں میں جو مہابت کے سپرد تھے۔ کسی بات پر تلوار چل پڑی۔ کچھ تو نمک بخیر تھا کچھ ہوا بدلی ہوئی تھی۔ یہاں راجپوتی کمانڈروں کی خوب ہی گت بنی۔ بہت مارے گئے۔ بہت بھاگ کر پہاڑوں میں گھسے۔ بہتیرے خراسان اور ترکی میں غلام ہو کر بک گئے۔ چند دنوں کے بعد بادشاہ کشمیر پہنچے۔ مگر سردی کے باعث دمہ کی پرانی بیماری نے عود کیا۔ اور پھر ہندوستان کو پھرے۔ جب مقام مار کلے کے قریب پہنچے۔ تو شام کے قریب شکار کھیلنے بیٹھے۔ قراول کے پہاڑی زمیندار برف وغیرہ سے شکاریوں کو گھیر لاتے۔ کہ سامنے ایک پہاڑی کی دھار تھی۔ جب ہرن اسکی چوٹی پر آتا تھا۔ تو بادشاہ بندوق مارتے تھے۔ کہ شکار گولی کھا کر قلا بازیاں کھاتا نیچے جا پڑتا تھا۔ ایک اجل رسیدہ لڑکا ہرن کو گھیر کر سامنے لایا۔ مگر ہرن ٹھیک نشانہ کے مقام پر نہ آیا تھا۔ وہ خدمت کے جوش میں آگے بڑھا۔ اتفاقاً پاؤں پھسل گیا۔ پاس ایک چھوٹا درخت تھا۔ سہارے کیلئے اس پر ہاتھ مارا۔ مگر وہ بھی ٹوٹ گیا۔ یہ اجل کا شکار خود شکار کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا اور قلا بازیاں کھاتا پہاڑ کی تہ میں پہنچا۔ کہ ہڈی چور چور ہو گئیں۔ جہانگیر گھبرا کر اسوقت حرم سرا میں گیا۔ اور دم بدم طبیعت بگڑنی شروع ہوئی۔ جہانتک کہ تیسرے دن اس بہار سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ جہانگیر از جہان رفت

نور جہاں کی جہانداری کے دن بھی دور ہو گیا بہت روئی۔ پیٹی۔ سر نوچا بال بکھیرے اور جس روز سیاہ تھا بدن سے اندیشہ تھا وہ وقت آ گیا۔

آصف جاہ کو بلوا بھیجا۔ کہ شہریار کیلئے تدبیر کرے۔ مگر بھائی کو اپنے گھر میں سلطنت لینی تھی۔ اس نے اسوقت بہن کو نظر بند کر لیا۔ اور سب کی آمد و رفت

بند کر دی - نورجہاں سب چالیں چلیں - مگر ایک بھی پیش نہ گئی -
شاہجہان نے دریا دلی سے پچیس لاکھ کی جاگیر مقرر کر دی - اور عزت
و قدرت سے رکھا - نیک بی بی شوہر کے بعد جب تک زندہ رہی - رنگین کپڑے نہ پہنے
آخر بارہ برس کے بعد دنیا سے منہ موڑا - اور شہر لاہور کے پاس خاوند کے
مقبرہ کے پہلو میں دفن ہوئی

التماس

ناظرین فی زمانہ ناول خوانی کا شوق بڑھ رہا ہے - اسلیئے ہم آپ کو اس
شہنشاہ ہند کے جذبہ عشق و محبت کا ناول سنانے بیٹھے ہیں - جس نے دو سیخ کباب
اور ایک پیالہ شراب کی خاطر عنان حکومت سلطنت کو اپنی محبوبہ کے ہاتھ بیچ دیا تھا -
وہ شہنشاہ کون تھا محبوبہ کون تھی - اب وہ کہاں ہیں - تو جواب یاد رکھئے شہنشاہ
ہند جہانگیر تھا - اور اس کی محبوبہ بیگم نورجہاں تھی - اب وہ ایک سنگ مرمر کے
مقبرہ میں لاہور کے نزدیک مقام شاہدرہ میں دائمی نیند سو رہا ہے اور اسکے تھوڑے سے
ہی فاصلہ پر اسکی محبوبہ دفن ہوئی ہے - اور جن کے دربار میں بڑے بڑے فرعون
دماغوں کی بھی رسائی نہ تھی - جو ذرا اونچی آواز سننا بھی پسند نہ کرتے تھے -
اب وہ بل گاڑیوں کی کھڑکھڑاہٹ سن سن کر ذرا چوں چرا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے
واہ رے گردش زمانہ تیرے آگے سب کا سر تسلیم خم ہے - نامہ نگار کو امید پڑتی ہے
کہ عاشق مجاز طبیعت اسکو پڑھ کر کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کرینگے -

آپکا خادم

حکیم دیوان کاہن چند کپور سابق وزیر اعظم ریاست بلاسپور خلف دیوان نشمند اس
صاحب تخلیدار مرحوم از لاہور

مخزن اکسیر خفیہ

یا

رسالہ کشتہ جات حصہ اوّل (۵) حصہ دوم (۱۲)

خوش قسمتی ان کی ہے جو مدت سے تجویزیں کرتے اور خیالی پلاؤ دل میں پکایا کرتے تھے۔ کہ اے خدا تو اپنی رحمت سے کبھی ایسے فقیر یا سنیاسی سے ملاقات کروا دے۔ جو اپنی فیاضی سے کوئی ایسا نسخہ بتا دے کہ جسکے استعمال سے تمام امراض کا قلع قمع بیک لخت ہو جائے۔ اور اس نایاب نسخہ کے ذریعہ سے خوب زر و مال پیدا کر کے امیر وہ منتظر بن جائیں۔

اب سوال تو یہ ہے

کہ اس کے پاس کونسی خوبی ہے؟ کس قسم کی اکسیر ہے؟ جس کے ذریعہ ان کی شہرت تمام جہان میں ہو رہی ہے

وہ بھی سن لو!

انکے پاس صرف چند ایک بیر راکھ "یعنی کشتہ جات مع ترکیبات" ہوتی ہے جسکو وہ ایک تک بھر دیدیتے ہیں جسکے پون پارہ جواہ بھاتی ہیں اور المریض ہو اور زمانہ موجودہ کے حکیموں نے اسکے مرض کو لا علاج قرار دیدیا ہو۔ وہ مریض سنیاسی صاحب کی دست شفقت سے ایک تنکا بھر راکھ کا محتاج ہوتا ہے جو نہی کشتہ حیوانی حلق سے نکالی فوراً اعضا و رگوں میں دوڑ گئیں۔ تمام امراض دور ہو گئے۔ واقعہ کا فوراً ظہور ہوئے۔ پس ہماری اس کتاب موسومہ مخزن اکسیر خفیہ کے پاس ہونے سے اب سنیاسی یا جوگی کی ضرورت نہیں۔ اسکو اپنے پاس رکھنا گویا ایک سنیاسی کی موجودگی ہے۔ اور یہ کتاب گویا سنیاسیوں کا کام دیتی ہے۔ جب چاہو ورق بدل کر کے نسخہ دیکھو۔ اور مقاصد حاصل کر لو۔ یہیں کشتہ جات جانتے اور ان کی ہی ترکیب درج ہیں۔ ہر دھات کا تعلق سیارہ سے ہے یہ تشریح بتلایا گیا ہے۔ یہ کتاب فن طبابت جرابی اور یونانی و آیورویدک کی چیدہ مستند کتب اور سنیاسی یادداشتوں کا خلاصہ ہے۔ غرض نہایت محنت اور جانفشانی سے ہر ایک دھاتوں کے متعدد و سہل نسخہ جات اور انکی ترکیب تیاری و استعمال اسطرح بتائی گئی ہے کہ ہر ایک انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اسکے مطالعہ کے بعد پھر اس فن کی کسی دیگر کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت ہر دو حصہ (لعہ)

مخزن مسمریزم ایسا کوئی اشخص نظر نہیں آتا۔ جو یوگ کے نام سے بے بہرہ ہو۔ خدا شناسی وطاقت تسخیر اور کشف و کرامات یہ سب بذریعہ یوگ ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہمنے پبلک کی خواہشات کو پورا کرنے کی خاطر تیار کرایا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ نظر آتی ہے۔ کثیر تعداد تسخیر کے شائقین کی ہو رہی ہے۔ اور چاروں طرف سے یہی صدائیں کانوں تک سنائی دے رہی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے تمام خواہشات پوری ہو جائینگی۔ اسمیں مسمریزم کے تمام مقامات بذریعہ یوگ مفصل طور پر درج ہیں۔ عامل و معمول ہر دو کے طریق و شناخت۔ معمول کو روشن ضمیر کرنا عجیب واقعات کا معلوم کرنا۔ علم غیب کا جاننا۔ دوسرے کی دلی بات کا جاننا اور کسی کو مطیع کرنا۔ معشوق کو فریفتہ و شیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ قیمت ایک روپیہ۔ (عہ)

دار الشفا اردو بہت سے لوگ نظم دار الشفا کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ پنجابی عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اسلئے ہمنے دار الشفا کو اردو سلیس زبان میں تیار کیا ہے۔ قیمت ۱۰/

ملنے کا پتہ: حکیم رام کشن جنرل سیکرٹری نارکستان لوہاری گیٹ لاہور

[illegible] بچھو و ہلکائے کتّے کا نہایت مجرّب آزمودہ علاج

ان کمبخت موذیوں کے کاٹتے ہی انسان کو موت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ یہ علاج کیواسطے اتنی بھی مہلت نہیں دیتے۔ کہ ایک دو گھنٹہ کو باہر جاکر دوا [illegible] جاسکے۔ یا حکیم کو بلاکر علاج معالجہ کرایا جائے۔ انکے کاٹتے ہی زہر تمام جسم میں منٹوں کے اندر پھیل جاتا ہے۔ ہم ہر ایک مرد وزن کو خاص توجہ دلاتے ہیں۔ کہ جان ہے تو جہان۔ زندگی کے سامنے دو چار روپیہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جس طرح ضرورت کیواسطے گھر میں بہت سی چیزیں مہیا کرکے رکھی جاتی ہیں۔ ایک ایسی دوائی کا بھی پیشتر سے گھر میں موجود رہنا ضروری و لازمی ہے۔ ہم دعوے کیساتھ کہتے ہیں۔ کہ ہماری دوائی مذکورہ موذیوں کے کاٹنے کے واسطے ایسا عجیب و غریب علاج ہے۔ جسکے استعمال سے سخت سے سخت زہر دور ہو جاتا ہے۔ اس دوا پر ہمیں یہانتک بھروسہ ہے۔ کہ اگر فائدہ نہ کرے۔ تو آپ کی حلفیہ تحریر پر قیمت لوٹا دی جاوے گی۔

نوٹ۔ ہم اپنی دوائی کی تعریف کرکے آپ کا دل لبھانا نہیں چاہتے۔ بہتری خلق خدا مطلوب ہے۔ اگر دوسری جگہ سے مجرب دوا آپ کو ملے۔ تو منگوا کر گھر میں ضرور موجود رکھئے۔ قیمت بغرض فوائد عام نہایت کم یعنی فی بکس [illegible]

گندھک رس — یہ ویدک کا بڑا مشہور و معروف رس ہے۔ بہت سے سخت اور پرانے سے پرانے اسہال پیچش۔ سنگرہنی کو چند یوم میں کافور کر دیتا ہے۔ بڑا ہی زود اثر رس ہے اور نہایت مجرب ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

حب تپ — روزانہ تیہ۔ چوتھیہ۔ ملیریا کا بخار۔ غرضیکہ ہر طور کے بخار کیواسطے یہ گولیاں عجیب و غریب ہیں۔ ان سے معدہ کی جلن۔ پیاس۔ بےچینی۔ ضعف وغیرہ دور ہوتا ہے۔ بخار کی حالت میں بھی دے سکتے ہیں۔ بخار کو پسینہ لاکر اتار دیتی ہیں۔ قیمت پچاس گولیوں کی صرف ایک روپیہ (عہ)

تپ چوتھیہ — یہ کمبخت مرض جس کسی کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ سارے گرمی وغیرہ کے تمام بدن و چہرہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے یہ مرض ہمیشہ کو کنارہ کر جاتا ہے۔ دوا کیا ہے جادو ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

خوشبودار فائدہ مند منجن — یہ منجن دانتوں کا میل وغیرہ دور کرکے مثل موتیوں کے چمکاتا ہے۔ منہ کو خوشبودار بناتا ہے۔ دانتوں کا ورم۔ درد۔ ہلنا۔ پانی لگنا۔ خون بہنا وغیرہ کو بہت ہی مفید ہے۔ زبان کے متعلق بھی بہت سی بیماریاں دور کرتا ہے۔ اسکی خوبی اسکے استعمال کرنے پر منحصر ہے۔ قیمت فی شیشی (۸)

کھانسی خشک و تر کی گولیاں — کھانسی خشک ہو یا تر ان کے استعمال سے بہت جلدی آرام ہو جاتا ہے۔ بچہ۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت۔ مرد۔ سب کے مزاج کو یکساں مفید۔ پچاس عدد کی قیمت آٹھ آنہ۔ (۸)

خارش خشک و تر کی دوائی — یہ دوائی خارش خشک و تر کو بہت جلدی آرام کرتی ہے۔ قیمت فی شیشی۔ (۸)

داد و دھدری کیواسطے مجرب گولیاں — یہ گولیاں داد دھدری کیواسطے عجیب ہیں۔ جب سینکڑوں دوا اور دوائیاں کرکے تھک گئے ہوں۔ تب آخر میں انکو بھی آزمائیں۔ قیمت فی بکس آٹھ آنے۔ (۸)

حبوب دلارام — یہ گولیاں بھی بچوں کی زندگی کی محافظ ہیں۔ بچے کا سوکھنے جانا۔ رنگ زرد پڑ جانا۔ تالو کا بیٹھ جانا۔ دانت نکلنے کی تکلیف۔ دستوں کی کثرت۔ سانس رک کر چلنا یا پھولنا۔ شدت پیاس۔ بخار۔ کھانسی۔ قبض۔ بدہضمی کو مفید ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کی زود اثر۔ قیمت پچاس عدد گولیوں کی۔ (عہ)

حب خوش کن — قابل دید ہے نہ شنید۔ دیکھا یہ درست آیکر والا معاملہ ہے۔ قیمت فی درجن ایک روپیہ۔ (عہ)

المشتہر حکیم رام کشن کارخانہ جڑی [illegible] بازار کشان لوہاری گیٹ لاہور

صاحب تحصیلدار

Alam Khan

Swtaj

دھائی سانت